بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی کٹوتی کی شرعی حیثیت

تالیف
پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

اسکالرز اکیڈمی
پوسٹ بکس نمبر 17777 گلشن اقبال کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ الذی فرض الزکوٰۃ علی المسلمین لتکون طعمۃ للمساکین ..... اما بعد

ہر سال رمضانُ المبارک کے آغاز پر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ بینک کے ذریعے ان کی رقم سے زکوٰۃ کی جو کٹوتی ہوجاتی ہے اس سے شرعاً زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے یا نہیں؟ کبھی یہ پوچھا جاتا ہے کہ بینک والے جو زبردستی زکوٰۃ کاٹ لیتے ہیں اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ کبھی یہ سوال اُٹھتا ہے کہ بینک میں جمع شدہ رقم پر سال گزرنے سے پہلے ہی زکوٰۃ کاٹ لی جاتی ہے اس کی کیا حیثیت ہے؟ اس بار بھی زکوٰۃ کے مسائل پر لیکچر کے بعد یونیورسٹی میں مجھ سے اسی قسم کے سوالات آنرز کے طلبہ وطالبات نے کیے۔

میں چند برسوں سے جامع مسجد طیبہ پنجاب ٹاؤن (کراچی) میں ہر جمعرات کو بعد نمازِ عشاء درسِ حدیث دیتا ہوں جس کے اختتام پر سوال و جواب کا سیشن ہوتا ہے۔ شعبان ۱۴۲۰ھ کے آخری عشرے میں اس درس کا موضوع 'اسلام کا نظامِ زکوٰۃ' تھا۔ درس کے اختتام پر متعدد سوالات بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی کٹوتی کے متعلق ہوئے۔ چنانچہ میں نے خیال کیا کہ اس قسم کے سوالات اکثر و بیشتر لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ پھر کوئی کسی سے پوچھ لیتا ہے کسی کو اس کا موقع نہیں ملتا۔ کیوں نہ ایک مختصر سا رسالہ اسی عنوان پر مرتب کیا جائے۔ تا کہ زیادہ لوگ اس مسئلہ سے آگاہی حاصل کرسکیں۔ چنانچہ میں نے اپنے ذاتی ذخیرہ کتب کے علاوہ ہمدرد لائبریری (بیت الحکمۃ) سے استفادہ کیا اور ان کے Clipping Section کی مدد سے ضروری مواد جو کتب میں دستیاب نہ تھا حاصل کیا۔ فتاویٰ کے حصول کیلئے یونیورسٹی کے طلبہ وطالبات پر مشتمل ایک گروپ بنادیا۔ جس نے مختلف مدارس و دارالافتاء سے فتاویٰ حاصل کئے اور اس طرح یہ مختصر سا رسالہ مرتب ہوکر آپ کے ہاتھوں میں تک پہنچ رہا ہے۔ زیرِ بحث مسئلہ پر ہر علماء نے زکوٰۃ کی بینکوں کے ذریعے کٹوتی کے نظام کو غیر تسلی بخش قرار دیتے ہوئے اپنی زکوٰۃ کی خود تشخیص کرنے اور اسے مستحقین تک پہنچانے کو ہی زیادہ مناسب اور محتاط قرار دیا ہے۔ علماء کے یہ فتاویٰ شریعتِ اسلامیہ کے حکم کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنے والوں کیلئے راہنما ہیں۔

ان فتاویٰ سے میرے اس موقف کی تائید مزید ہوتی ہے کہ حکومتی سطح پر زکوٰۃ کی وصولی و تقسیم کے عمل میں موجود خرابیوں کی بناء پر زکوٰۃ کی بینکوں کے ذریعے کٹوتی فی زمانہ دُرست نہیں۔ لہٰذا عوام اپنی زکوٰۃ کا خود حساب لگا کر ہر سال شریعت کے مقرر کردہ نصاب کے مطابق زکوٰۃ ادا کریں۔ بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی جبری کٹوتی سے بچنے کیلئے اپنی رقم PLS اور سیونگ اکاؤنٹ میں رکھنے کی بجائے کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھیں اور اس رسالہ میں موجود حلف نامہ (CZ-50) اسٹامپ پیپر پر ٹائپ کرا کے اپنے بینک منیجر کے پاس جمع کرائیں اور زکوٰۃ کی کٹوتی سے استثناء حاصل کریں۔

میں اپنے عزیز طلبہ و طالبات، ہمدرد لائبریری کے کارپردازان اور عزیز دوست محمد اشرف و محمد زاہد صدیق صاحب کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اس رسالے کی تیاری، مواد کی فراہمی اور پروف ریڈنگ کے مراحل میں میری مدد کی۔

اللہ ربّ العزت ہماری اس کوشش کو اہلِ اسلام کیلئے نافع بنا کر اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

نور احمد شاہتاز

۱۰ ربیع الاوّل ۱۴۲۱ھ بمطابق ۱۴ جون ۲۰۰۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی کٹوتی کی شرعی حیثیت

۱۹۷۹ء میں اس وقت کی حکومت نے اسلامائزیشن کے پروگرام کے تحت ملک میں نظامِ زکوٰۃ (سرکاری سطح پر) نافذ کرنے کا اعلان کیا۔ جو ایک خوش آئند اقدام تھا اور اس اقدام کو ملک کے مذہبی طبقہ نے خوب سراہا۔ ۹ مارچ ۱۹۷۹ء کے اخبارات میں زکوٰۃ آرڈیننس کا متن شائع ہوا، جس کی رو سے صدرِ مملکت نے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نظامِ زکوٰۃ نافذ کردیا۔ زکوٰۃ کے حکمنامہ ۱۹۷۹ء کا متن حسبِ ذیل ہے:

نظامِ زکوٰۃ و عشر کا حکمنامہ ۱۹۷۹ء

ہرگاہ کہ اسلام تمام مسلمانوں کیلئے قرآن وسنت کی تعلیمات پر قائم رہنا لازمی قرار دیتا ہے۔

اور ہرگاہ کہ ایک اسلامی مملکت ہونے کی حیثیت سے پاکستان کو لازمی طور پر شعائرِ اسلامی کے بروئے کار لانے کا اہتمام کرنا ہے۔

اور ہرگاہ کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور کہتا ہے کہ مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی ماحول میں اپنی زندگی کو اسلام کی تعلیمات اور تقاضوں کے مطابق ڈھال سکیں۔

اور ہرگاہ کہ زکوٰۃ بشمول عشر اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہے۔

اور ہرگاہ کہ شریعت اسے مملکت کا ایک فرض قرار دیتی ہے کہ وہ ہر صاحبِ نصاب مسلمان سے زکوٰۃ اور عشر وصول کرے نیز افراد کو یہ اجازت دیتی ہے کہ اس کا جو حصہ مملکت نے وصول نہ کیا ہو اسے اسی مقصد کیلئے صَرف کردے۔

اور ہرگاہ کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کا آرٹیکل نمبر ۳۱ منجملا دو چیزوں کے یہ کہتا ہے کہ مملکت کوشش کرے گی اور مسلمانانِ پاکستان کو مناسب تنظیم زکوٰۃ کے حصول کے قابل بنائے گی اور یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اس مقصد کے تحت ایک مشینری قائم کی جائے۔

اور ہرگاہ کہ زکوٰۃ اور عشر کی تحصیل کی شرحیں شریعت میں متعین اور وہ مقاصد معلوم ہیں جن پر زکوٰۃ اور عشر صرف ہونی چاہئیں۔

اور ہرگاہ کہ زکوٰۃ اور عشر کی تحصیل اور انہیں خرچ کرنے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ حاجت مندوں کی اعانت کی جائے تاکہ وہ احتیاج، بھوک اور افلاس سے آزاد زندگی بسر کرسکیں۔ لہٰذا اب جولائی ۱۹۷۷ء کے پانچویں دن کے اعلان بامطالعہ قوانین (تسلسل نفاذ) حکمنامہ ۱۹۷۷ء (سی ایم ای اے) آرڈر نمبر ا مجریہ ۱۹۷۷ء سے مطابقت کرتے ہوئے اور ان تمام اختیارات سے کام لیتے ہوئے جو اس سلسلے میں انہیں حاصل ہیں صدر بمسرت حسبِ ذیل حکم جاری کرتے ہیں۔

(۱) ابتدائیہ

۱﴾ مختصر عنوان وسعت، اطلاق اور آغاز۔

۱......اس حکم کو حکمنامۂ زکوٰۃ وعشر ۱۹۷۹ء کہا جا سکتا ہے۔

۲......اس کی وسعت پورے پاکستان تک ہوگی لیکن اس کا اطلاق صرف مسلمانوں پر اور اس کمپنی یا افراد کی کسی دوسری انجمن پر ہوگا جو خواہ شمولہ ہو یا نہیں۔ مگر اس کے بیشتر حصص یا اثاثہ جات مسلمانوں کے قبضے میں ہوں۔

۳...... یہ اس تاریخ سے نافذ العمل ہوگا جس کا اعلان وفاقی حکومت سرکاری گزٹ کے اطلاع نامہ کے ذریعے کرے گی اور اس حکمنامے کی مختلف دفعات کیلئے مختلف تاریخوں کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

(۲) تعریفات

اس حکمنامے میں تاوقتیکہ کوئی چیز موضوع یا سیاس وسباق کے برعکس نہ ہو۔

(الف) ایڈمنسٹریٹر جنرل سے مراد وہ شخص ہوگا جس کا آرٹیکل نمبر ۸ کے تحت اس حیثیت سے تقرر کیا گیا ہو۔

(ب) اموالِ باطنہ سے مراد وہ اثاثے ہوں گے جو کوئی شخص عام طور پر منظر عام پر نہ رکھتا ہو بلکہ نجی حفاظت میں رکھتا ہو۔ اس میں سونا اور چاندی اور دوسری قیمتی دھاتیں اور پتھر اور ان سے تیار شدہ مصنوعات، ایسی نقد رقوم جنہیں بینک یا کسی اور مالی ادارے میں جمع نہ رکھا گیا ہو اور انعامی بانڈز میں شامل ہوں گے۔

(ج) اموالِ ظاہرہ سے مراد ایسے اثاثے ہوں گے جو مذکورہ بالا شیڈول میں درج شدہ اموالِ باطنہ ہیں نہ ہوں۔

(د) اثاثہ جات سے مراد وہ اثاثے ہوں گے جن پر اس حکمنامہ کے تحت زکوٰۃ وصول کی جا سکے۔

(ہ) مرکزی زکوٰۃ کونسل سے مراد وہ مرکزی زکوٰۃ کونسل ہوگی جو آرٹیکل نمبر ۷ کے تحت قائم کی جائے۔

(و) چیف ایڈمنسٹریٹر سے مراد وہ شخص ہوگا جسے آرٹیکل نمبر ۱۰ کے تحت اس حیثیت سے مقرر کیا جائے۔

(ر) ضلع کمیٹی سے مراد ایک ایسی کمیٹی ہوگی جو آرٹیکل نمبر ۱۰ کے تحت تشکیل دی جائے۔

(ح) مقامی کمیٹی سے مراد ایسی کمیٹی ہوگی جو آرٹیکل نمبر ۱۳ کے تحت تشکیل دی جائے۔

(ط) نصاب سے مراد وہ اثاثے ہوں گے جو زکوٰۃ کے معاملے میں ۸ء۷ ۴۸ گرام خالص سونے کی قیمت کے برابر ہوں۔

(ی) مقررہ سے مراد قانون کے ذریعہ مقرر کردہ ہے۔

(ک) پیداوار سے مراد وہ زرعی یا جنگل کی پیداوار ہے جس پر عشر لگ سکے۔

(ل) صوبائی کونسل سے مراد وہ کونسل ہے جس کی آرٹیکل نمبر ۹ کے تحت تشکیل ہو۔

(م) ضوابط سے مراد وہ ضابطے ہیں جن کی تشکیل اس حکمنامے کے تحت کی جائے۔

(ن) صدقات سے مراد رضاکارانہ عطیات اور چندے ہیں۔

(س) صاحبِ نصاب سے مراد وہ شخص ہے جو ایسے اثاثے کا مالک ہو یا رکھتا ہو جس کی قیمت نصاب کے مساوی یا اس سے زائد ہو لیکن اس میں وفاقی حکومت، کوئی صوبائی حکومت یا مقامی ارباب اختیار یا کوئی ایسی کمپنی یا کوئی دوسرا ایسا کوئی ادارہ شامل نہ ہوگا جس کی پوری ملکیت وفاقی حکومت، صوبائی حکومت یا مقامی ارباب اختیار کو حاصل ہوگی۔

(ع) تحصیل کمیٹی یا تعلقہ کمیٹی سے مراد ایسی کمیٹی ہوگی جس کی تشکیل آرٹیکل نمبر ۱۳ کے تحت ہوئی ہو۔

(ف) تاریخ اندازہ قدر سے مراد وہ تاریخ یا تاریخیں ہیں جو ضوابط کے ذریعے متعین ہوں یا جن کا ایڈمنسٹریٹر جنرل سے اعلان کیا ہو۔

(ص) زکوٰۃ فنڈ سے مراد وہ فنڈ ہے جو آرٹیکل نمبر ۳ کے تحت قائم کیا گیا ہو۔

(ق) زکوٰۃ واؤچر سے مراد مختلف قیمتوں کے وہ واؤچر ہیں جو وفاقی حکومت نے زکوٰۃ یا عشر کی ادائیگی میں سہولت کیلئے جاری کیے ہوں تاکہ نقد رقوم یا اجناس کے بجائے واؤچر کی صورت میں ادائیگی کی جاسکے۔

(ر) سال زکوٰۃ سے مراد وہ سال ہے جس میں زکوٰۃ یا عشر واجب الادا ہو۔

باب ۲

(۳) زکوٰۃ فنڈ

۱......ایک زکوٰۃ فنڈ قائم کیا جائے گا جس کے کھاتے میں زکوٰۃ، عشر اور صدقات کی تمام تحصیلات جمع کی جائیں گی۔

۲......زکوٰۃ فنڈ مندرجہ ذیل حسابات پر مشتمل ہوگا:۔

(الف) مرکزی حساب جس میں وسائل پر وضع کردہ زکوٰۃ جمع کی جائے۔

(ب) صوبائی حساب جس میں مقامی کمیٹی کے ذریعے حاصل شدہ زکوٰۃ کا پچیس فیصد جمع کیا جائے گا۔

(ج) مقامی حساب جس میں زکوٰۃ اور عشر کے تمام محاصل جمع کے جائیں گے سوائے اس زکوٰۃ کے جو وسائل پر وصول ہو یا صوبائی حساب میں وضع کی جائے۔

۳......صدقات دینے والے اپنے صدقات کلاؤز (۲) میں مذکور تینوں حسابات میں سے کسی میں بھی جمع کراسکتا ہے۔

٤......زکوٰۃ فنڈ کے حسابات اسی شکل اور طریقے سے رکھے جائیں گے جن کا تعین کیا جائے۔

(٤) زکوٰۃ کا تقاضا اور وصولی

۱......اس حکمنامے کی دیگر شرائط کے سواہر صاحبِ نصاب سے ہر سال زکوٰۃ میں اس کے اثاثے جوتعین قدر کی تاریخ کو موجود ہو متعینہ شرح اور شیڈول میں مخصوص کردہ طریقے کے مطابق زکوٰۃ طلب اور وصول کی جائے گی۔

۲......نصاب کے برابر کرنسی وہ ہوگی جس کا اعلان ہر سال زکوٰۃ ایڈمنسٹریٹر جنرل کریں گے۔

۳......زکوٰۃ کے طور پر وصول کی جانے والی رقم کا تعین کرتے ہوئے ان اثاثوں کی قیمت سے جن پر زکوٰۃ وصول کی جائے گی قرضہ جات کا حساب منہا کرنے کی گنجائش ہوگی جو ضوابط کے ذریعہ متعین کردہ طریقے اور خصوصی حد تک کے مطابق ہوگی۔ شرط یہ ہے کہ قرضوں کے سلسلے میں کسی ایسے قرض کی تخفیف کی گنجائش نہیں ہوگی۔ جس کا تعلق ایسے اثاثے سے ہوگا جس پر زکوٰۃ نہ نکلتی ہو۔

٤......اموال باطنہ، بینکوں اور دوسرے مالی اداروں میں جمع شدہ حساب جاری، حیوانات، مچھلیاں اور سمندر سے پکڑی یا پیدا کی جانے والی اشیاء پر لازمی طور پر زکوٰۃ نہیں وصول کی جائے گی لیکن کلاوز ۵ کے تحت وصول کی جاسکے گی۔

(۵) ایک صاحب نصاب

(الف) جس سے حکمنامے کے تحت زکوٰۃ وصول نہ کی جاسکتی ہو یا

(ب) جس سے حاصل شدہ زکوٰۃ کی رقم شریعت کے تحت واجب الادا رقم سے کم ہو۔

اپنی مرضی سے اس تفریق کردہ رقم کو زکوٰۃ فنڈ میں نقد یا زکوٰۃ واؤچر کی شکل میں ادا کرسکتا ہے یا ان لوگوں کو براہِ راست دے سکتا ہے جو زکوٰۃ لینے کے مستحق ہوں۔

جب کوئی ایسا شخص جس سے وسائل پر زکوٰۃ وصول کی گئی ہو یا ثابت کردے کہ اس سے اس حکمنامے کے تحت عائد شدہ زکوٰۃ سے زیادہ زکوٰۃ وصول کی گئی ہو تو رقم جو اس نے زائد ادا کی ہوگی واپس کردی جائے گی۔

زکوٰۃ کی وصولی کا طریقہ

زکوٰۃ وسائل پر وضع کی جائے گی یا اپنے تخمینہ کی بنیاد پر یا رضا کارانہ بنیاد پر اس طریقے اور اس شرح سے وصول کی جائے گی جس کا تعین اس حکمنامہ اور اس کے شیڈول میں کیا گیا ہے۔

(٦) عشر کا تقاضا اور وصولی

١......اس حکمنامے کی دوسری شرائط کے سوا ہر ایک زمین ہبہ یافتہ، پٹہ دار یا ٹھیکہ دار سے اس کے پیداوار کے حصے پر شرح ۵ فیصد عشر وصول کیا جائے گا۔

تشریح......اس آرٹیکل میں 'مالک زمین' ہبہ یافتہ، پٹہ دار، اور ٹھیکیدار کے معنی وہی ہیں جو مال گزاری اراضی سے متعلق فی الحال مروج قوانین ہیں۔

٢......عشر پیداوار پر اوّلین چارج ہو گا۔

٣......عشر نقد وصول کیا جائے گا۔

جہاں پیداوار گندم یا دھان کی شکل میں ہو وہاں عشر نقد یا جنس کی شکل میں وصول کیا جا سکتا ہے۔

٤......اس حکمنامے کے مقاصد کے تحت کسی مالک زمین، ہبہ یافتہ، پٹے دار یا ٹھیکیدار فرد کو عشر کی جبری ادائگی سے درج ذیل حالات میں مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے:۔

(اوّل) اگر اس کی زمین کی پیداوار پانچ وسق (۹۴۸ کلوگرام) گندم یا اس کے برابر قیمت کی دوسری پیداوار سے کم ہو اور۔۔

(دوم) اگر وہ شریعت کے مطابق زکوٰۃ فنڈ سے امداد وصول کرنے کا مستحق ہو،

۵......قیمت میں پانچ وسق گندم کے برابر کرنسی وہ ہو گی جس کا ہر سال زکوٰۃ کیلئے ایڈمنسٹریٹر جنرل اعلان کیا کرے گا۔

٦......ایک شخص:۔

(الف) جس سے اس حکمنامے کے تحت عشر قابل وصول نہیں یا۔۔۔

(ب) جس سے حاصل ہونے والی عشر کی رقم شریعت کے تحت واجب الادا رقم سے کم ہو۔

تفریق شدہ رقم زکوٰۃ فنڈ میں نقد یا زکوٰۃ واؤچر کی شکل میں داخل کر سکتا ہے یا براہ راست مستحقین عشر کو ادا کر سکتا ہے۔

(۷) مرکزی زکوٰۃ کونسل

۱ ......زکوٰۃ اور عشر کا تخمینہ لگانے، تحصیل اور تقسیم کے رہنما اصول فراہم کرنے نیز زکوٰۃ فنڈ کے معاملات کی نگرانی اور انضباط کیلئے ایک مرکزی زکوٰۃ کونسل قائم کی جائے گی۔

(الف) ایک چیئرمین،

(ب) چار چیف ایڈمنسٹریٹر،

(ج) چار افراد کو جن میں تین علماء ہوں گے، اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش پر صدر نامزد کریں گے۔

(د) مختلف پیشوں اور صوبوں سے تعلق رکھنے والے چار افراد کو صدر نامزد کریں گے۔

(ہ) حکومت پاکستان کی وزارت خزانہ کے سیکریٹری۔

(و) حکومت پاکستان کی وزارت اُمور مذہبی کے سیکریٹری۔

(ز) ایڈمنسٹریٹر جنرل، کونسل کا سیکریٹری بھی ہوگا۔

۲......کونسل کا چیئرمین ایک ایسا شخص ہوگا جو کسی ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کا جج ہو یا جج رہ چکا ہو یا جج ہونے کی اہلیت رکھتا ہو۔ اسے صدر چیف جسٹس آف پاکستان کے مشورے سے نامزد کریں گے۔

۳......چیئرمن اور کونسل کے دوسرے ارکان جو ایکس اوفیشیو ممبر نہ ہونگے اور مزید آئینی ہی میعاد کیلئے دوبارہ تقرر کے مستحق ہونگے۔

(۸) ایڈمنسٹریٹر جنرل

۱ ......اس حکمنامے کا مقصد پورا کرنے کیلئے صدر ایک ایڈمنسٹریٹر جنرل کا تقرر عمل میں لائیں گے۔

۲......ایڈمنسٹریٹر جنرل کا رُتبہ اور گریڈ حکومت پاکستان کے سیکریٹری کے برابر ہوگا اور اس کے عہدے کی میعاد اور دیگر شرائط و کوائف کا تعین وفاقی حکومت کرے گی۔

۳......ایڈمنسٹریٹر جنرل ہی زکوٰۃ فنڈ کا چیف ایگزیکٹیو ہوگا جو مرکزی زکوٰۃ کونسل کی طرف سے دی گئی پالیسی ہدایت کے مطابق اور اس کی عام نگرانی اور انضباط کے تحت فنڈ کے معاملات چلائے گا جن میں فنڈ کے مرکزی حسابات کے مصارف بھی شامل ہونگے۔

(۹) صوبائی زکوٰۃ کونسل کی تشکیل

۱...... ہر صوبے میں ایک صوبائی زکوٰۃ کونسل تشکیل دی جائے گی۔ جو مرکزی زکوٰۃ کونسل کے رہنما اصول کے مطابق صوبے میں زکوٰۃ اور عشر اور صَرف کی عام نگرانی کرے گی اور کنٹرول رکھے گی۔

۲...... صوبائی کونسل حسبِ ذیل پر مشتمل ہوگی:۔

(الف) ایک چیئرمین،

(ب) پانچ افراد کو جن میں سے تین علماء ہوں گے، مرکزی زکوٰۃ کونسل کے مشورے سے گورنر نامزد کریں گے۔

(ج) صوبائی حکومت کے محکمۂ خزانہ کے سیکریٹری۔

(د) چیف ایڈمنسٹریٹر جو کونسل کا سیکریٹری بھی ہوگا۔

۳...... صوبائی کونسل کا چیئرمین ایک ایسا شخص ہوگا جو کسی ہائی کورٹ کا جج ہو یا رہ چکا ہو یا جج ہونے کی اہلیت رکھتا ہو۔ اسے گورنر، ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے مشورے سے نامزد کریں گے۔

٤...... صوبائی کونسل کے چیئرمین وار دوسرے ارکان جو ایکس اوفیشیو ممبر نہ ہوں تین سال کیلئے عہدے پر فائز ہوگا اور اسی میعاد کیلئے دوسری بار مقرر کیے جانے کا مستحق ہوگا۔

۵...... اسلام آباد دارالحکومت کے علاقے میں صوبائی کونسل کے فرائض مرکزی زکوٰۃ کونسل انجام دے گی۔

(۱۰) چیف ایڈمنسٹریٹر

۱...... ہر صوبے میں ایک چیف ایڈمنسٹریٹر ہوگا۔ جس کا تقرر مرکزی زکوٰۃ کونسل کے مشورے سے گورنر کرے گا۔

۲...... چیف ایڈمنسٹریٹر کے شرائط وکوائف کا تعین صوبائی حکومت کرے گی۔

۳...... چیف ایڈمنسٹریٹر صوبائی کونسل کی نگرانی اور کنٹرول میں رہتے ہوئے ایسے فرائض انجام دے گا جو اسے تفویض کیے جائیں یا جو اس حکمنامے کے ماتحت ہوں۔

(۱۱) ضلع زکوٰۃ و عشر کمیٹیوں کی تشکیل

۱......اس حکمنامے کے تحت نظم ونسق میں صوبائی کونسل اور چیف ایڈمنسٹریٹر کی مدد کیلئے ہر ضلع اور دارالحکومت اسلام آباد میں ایک ایک ضلعی زکوٰۃ وعشر کمیٹی تشکیل دی جائے گی۔

۲......ضلعی کمیٹی زکوٰۃ فنڈ کیلئے تخمینہ اور تحصیل اور فنڈ سے کیے جانے والے اخراجات کی دیکھ بھال کرے گی اور ضلع میں یا بصورت دارالحکومت اسلام آباد وہاں کیلئے اخراجات سے متعلق منصوبے بنائے گی۔

۳......ضلعی کمیٹی زکوٰۃ اور عشر کی وصولیابی اور زکوٰۃ فنڈ سے ضلع کے اندر ہونے والے اخراجات کا حساب اس طریقے سے رکھے گی جو متعین کیا جائے۔

۴......ضلعی کمیٹی متعینہ طریقے سے مقامی حسابات کے آڈٹ کا انتظام کرے گی۔

۵......ضلعی کمیٹی چیئرمین، ضلع کے ڈپٹی کمشنر اور تعلقہ یا ضلع کی ہر تحصیل سے ایک ایک ارکان کو لے کر تشکیل کی جائے گی۔

۶......چیئرمین کی نامزدگی صوبائی کونسل دے گی۔ دوسرے ممبروں کو بھی صوبائی کونسل چیئرمین کے مشورے سے نامزد کرے گی۔

(۱۲) تحصیل یا تعلقہ زکوٰۃ و عشر کمیٹیوں کی تشکیل

۱......ہر تحصیل یا تعلقہ میں ڈسٹرکٹ کمیٹی کی مدد کیلئے زکوٰۃ وعشر کی ایک تحصیل کمیٹی یا حسب حال تعلقہ کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئیگی۔

۲......ایک تحصیل کمیٹی یا متعلقہ کمیٹی زکوٰۃ وعشر کے تخمینہ اور وصولیابی پر نظر رکھے گی اور زکوٰۃ فنڈ سے ہونے والے اخراجات کی نگرانی اس مقصد کے تحت کرے گی کہ تحصیل یا تعلقہ میں ہونے والے اخراجات کے منصوبہ بندی کر سکے۔

۳......ایک تحصیل کمیٹی یا حسب حال تعلقہ کمیٹی اسسٹنٹ کمشنر اور دوسرے ممبران پر مشتمل ہوگی جن کی تعداد کم از کم چار اور زیادہ سے زیادہ چھ ہوگی۔ یہ ممبران تحصیل یا تعلقہ کی مقامی کمیٹیوں کے ممبروں کے ذریعے مقررہ طریقے پر چنے جائیں گے۔

۴......شق نمبر ۳ کے تحت منتخب ممبران اپنے میں سے ایک کو کمیٹی کا چیئرمین منتخب کریں گے۔

(۱۳) مقامی زکوٰۃ و عشر کمیٹیوں کی تشکیل

۱...... ہر وارڈ، دیہہ، ریونیو اسٹیٹ یا گاؤں کیلئے ایک مقامی زکوٰۃ و عشر کمیٹی ہوگی۔

۲...... مقامی کمیٹی کا ایک چیئر مین اور کم سے کم چار اور زیادہ سے زیادہ چھ ایسے افراد ہوں گے جن کا چناؤ اس علاقے کے باشندے شق نمبر ۳ میں مخصوص کردہ طریقے سے کریں گے۔

۳...... ایک ایسا شخص جسے ڈسٹرکٹ کمیٹی نامزد کرے گی اس علاقے کے مسلمان باشندوں کا ایک عام اجتماع منعقد کرے گا تا کہ ایسے افراد کا چناؤ کر سکیں جو اسی علاقے میں رہتے ہوں اور جنہیں مقامی کمیٹی کے چیئر مین اور ممبروں کا اعتماد حاصل ہو۔

۴...... اس حکمنامے کے مقاصد کیلئے مقامی کمیٹی محکمۂ مال گزاری و آبپاشی کی مدد سے ہر زمیندار ضامن پٹے دار یا ٹھیکیدار سے ہر زمیندار ضامن، پٹے دار یا ٹھیکیدار سے متعلق مقررہ فارم پر اس کی زمین اور زرعی پیداوار کا ریکارڈ تیار کرے گا جس پر عشر وصول کیا جا سکے۔

۵...... مقامی کمیٹی عشر کا تخمینہ لگائے گی، مطالبہ کرے گی اور وصول کرے گی۔ یہ کام قیمت کے تعین کی تاریخ سے تیس دن کے اندر ہو جانا چاہئے وہیں زکوٰۃ دہندہ کی تعین کردہ بنیاد پر زکوٰۃ بھی وصول کرے گی۔

۶...... زکوٰۃ، عشر اور صدقات کی مد میں مقامی کمیٹی جو کچھ وصول یا حاصل کرے گی اسے زکوٰۃ فنڈ کے مقامی حساب میں جمع کریگی۔

۷...... مقامی کمیٹی ایسے لوگوں کی تازہ ترین فہرست رکھے گی جن کی آبادکاری اور امداد کیلئے زکوٰۃ فنڈ سے رقمیں خرچ کی جائیں گی اور وہی ان میں رقمیں تقسیم بھی کرے گی۔

۸...... مقامی کمیٹی ہی ایسے منصوبوں کی ایک فہرست تیار کرے گی جن میں زکوٰۃ فنڈ سے سرمایہ کاری کی جا سکتی ہو اور ان کی منظوری دے گی اور ایسے خرچ کرے گی جو متعین کی جائیں۔

۹...... مقامی کمیٹی مقررہ شکل میں اور مقررہ طریقے سے اپنی وصول کردہ زکوٰۃ، عشر اور صدقات اور مقامی فنڈ سے ہونے والے اخراجات کا حساب رکھے گی۔

(۱٤) ضلع کمیٹی وغیرہ کے کاموں کا مقامی حق

خود اختیار کے اداروں کو منتقلی

کسی علاقے میں مقامی حق خود اختیاری کے اداروں کا قیام میں ضلع کمیٹی تعلقہ کمیٹی یا مقامی کمیٹی کے کام ایسے اداروں کو منتقل کر دیے جائیں جن کے متعلق وفاقی حکومت براہِ راست سرکاری گزٹ میں اعلان کرے گی۔

(۱۵) زکوٰۃ فنڈ کا استعمال

۱......زکوٰۃ فنڈ کی رقمیں شریعت کے مطابق حسب ذیل طریقے سے صَرف کی جائیں گی:۔

(الف) آبادکاری وامداد کیلئے۔

(۱) غریب محتاج کی،

(۲) معذوروا پاہج افراد کی۔

(۳) یتیموں اور بیواؤں کو جب ایسی اعانت کی ضرورت ہو۔

(ب) غریبوں کے فائدے کیلئے اسپتالوں پر۔

(ج) تعلیمی، صنعتی اور پیشہ ورانہ تربیت کے اداروں کے قیام پر تاکہ ضرورتمندوں کو منعفت بخش روزگار مل سکے۔

(د) زکوٰۃ اور عشر کی تحصیل کے اخراجات اور نظم ونسق پر۔

(ہ) کسی اور مقصد پر جس کی شریعت اجازت دیتی ہو۔

۲......جن اداروں کا ذکر شق نمبر ا کے پیراگراف (ب) اور (ج) میں کیا گیا ہے ان کا قیام فنڈ سے ایک قرض کے ذریعے عمل میں آئے گا اور اس قرض کی ادائیگی ایک عرصے میں ان لوگوں سے وصول کردہ فیس سے کی جائے گی جو ان اداروں سے سہولتیں حاصل کریں گے سوائے ان لوگوں کے جو زکوٰۃ اور عشر حاصل کرنے کے مستحق ہوں گے۔

۳......ایک مقامی کمیٹی اسی حکمنامے کی دوسری دفعات کی شرط کے ساتھ، مقامی حساب سے رقمیں اس علاقے پر خرچ یا تقسیم کریگی بشرطیکہ مقامی کمیٹی رضاکارانہ طور پر مقامی حساب کی اس رقم کو جو اس کی ضرورت سے زائد ہو صوبائی حساب کے فنڈ میں منتقل کردے گی۔

۴......چیف ایڈمنسٹریٹر مقامی علاقہ جات کی ضروریات کی بنیاد پر صوبائی حساب کی رقوم کو علاقائی حساب کیلئے مختص یا منتقل کر سکے گا۔

۵......ایڈمنسٹریٹر جنرل صوبوں اور مقامی ضرورتوں کی بنیاد پر مرکزی حساب کی رقوم کو صوبائی حسابات اور مقامی حسابات کیلئے مختص یا منتقل کر سکے گا۔

(۱۶) زکوٰۃ اور عشر ادا کرنے والے افراد کی رضا

ہر وہ شخص جو باب نمبرے میں مخصوص کردہ مقاصد کیلئے زکوٰۃ یا عشر ادا کرتا ہے وہ حقدار ہوگا کہ:

(الف) ایڈمنسٹریٹر جنرل یا اس کے نامزد کردہ فرد سے کہے کہ اس کی ادا کردہ رقم کا ایک حصہ جو پندرہ فیصد سے زائد نہ ہو اس کے بتائے ہوئے اداروں کو ادا کیا جائے یا

(ب) یہ ثبوت بہم پہنچا کر وہ اتنی ہی رقم مذکورہ مقصد کے تحت صرف کر چکا ہے اس کی واپسی کا مطالبہ کرے۔

(۱۷) دشواریوں کا دور کرنا

اس حکمنامے کے مقاصد کی تکمیل کی راہ میں جو دشواری حائل ہوگی اسے دور کرنے کیلئے وفاقی حکومت حسب ضرورت دفعات کی تشکیل کرے گی۔

زکوٰۃ وعشر کے بقایاجات مال گزاری اراضی کی طرح قابل وصول ہوں گے۔ ایڈمنسٹریٹر جنرل، چیف ایڈمنسٹریٹر یا کوئی ایسا شخص جسے ان دونوں میں سے کسی نے نامزد کیا ہو متعلقہ ضلع کے کلکٹر کے پاس اپنے دستخط سے ایسا سرٹیفکیٹ داخل کر سکے گا جس میں بتایا گیا ہو کہ فلاں شخص کے ذمہ پر زکوٰۃ یا عشر کی بابت اتنی رقم واجب الادا ہے۔ سرٹیفکیٹ وصول ہونے پر کلکٹر اس شخص سے سرٹیفکیٹ میں بتائی گئی رقم کی وصولی اسی طرح کرے گا جیسے کہ وہ مال گزاری اراضی کی بقایا رقم ہو۔

(۱۸) اپیلیں

مقامی کمیٹی کے تخمینہ سے متعلق اگر کسی شخص کو کوئی شکایت ہو تو وہ اس تخمینہ کی تاریخ سے تیس دن کے اندر تحصیل کمیٹی یا اگر تعلقہ ہو تو تعلقہ کمیٹی کے پاس اپیل کرے گا اور اپیل کی سماعت کرنے والے احکام کا فیصلہ قطعی تصور کیا جائے گا۔

(۱۹) حسابات کا آڈٹ

۱...... ہر سال زکوٰۃ فنڈ آڈٹ (محاسبہ) کرنے کیلئے مرکزی زکوٰۃ کونسل ایسے آڈیٹروں کو مقرر کرے گی جو چارٹرڈ اکاؤنٹس آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۱ء (۱۹۶۱ء کا دہم) کے معنوں میں چارٹرڈ اکاؤنٹ ہوں۔

۲...... ایسے آڈیٹر جو آڈٹ کریں گے اس میں پروپرائٹی آڈٹ بھی شامل ہوگا۔

۳...... آڈیٹروں کی رپورٹ ایوانوں میں پیش کی جائے گی۔

(۲۰) افسران اور عملہ

سوائے ایسی حالت میں جبکہ اس حکمنامے کے تحت کوئی بات ہو، اس حکمنامے کے تحت تشکیل یا مقرر کردہ حکام کی کارکردگی کو بااستعداد بنانے کی خاطر ایسے افسروں اور عملے کا تقرر ایسی شرائط وکوائف کے ساتھ عمل میں لایا جائے گا جن کا تعین کیا جائے۔

(۲۱) ضوابط بنانے کا اختیار

اس حکمنامے کے مقاصد کولانے کیلئے مرکزی زکوٰۃ کونسل ضوابط تشکیل دے سکتی ہے جن کا اعلان سرکاری گزٹ میں کردیا جائے گا۔

(۲۲) استثناء

وفاقی حکومت سرکاری گزٹ میں اعلان کے ذریعے خصوصی حالات میں اسلامی نظریات کونسل کے مشورے سے کسی کو زکوٰۃ یا عشر کی جبری ادائیگی سے مستثنیٰ کرسکتی ہے۔

(۲۳) کچھ اشخاص سرکاری ملازمین ہوں گے

ہر وہ شخص جواس حکمنامے کے تحت انتظامیہ میں مصروف عمل ہوگا یا مقرر کیا جائے گا اسے ضابطہ تعزیرات پاکستان XLV مجریہ ۱۸۶۰ کی دفعات ۲۱ کے معنوں میں سرکاری ملازم سمجھا جائے گا۔

(۲٤) انکم ٹیکس کے اغراض کیلئے تخفیف

انکم ٹیکس ایکٹ مجریہ ۱۹۲۲ء (دہم ۱۹۲۲ء) میں اگر اس کے خلاف کچھ نہ ہوتو زکوٰۃ کی مد میں کوئی زکوٰۃ دہندہ جو رقم ادا کرے گا وہ اس قانون کے تحت اس کی آمدنی میں سے منہا کردی جائے گی۔

(۲۵) اس حکمنامے کے مقاصد کے تحت دی جانے والی اطلاعات کی رازداری

کوئی اطلاع جواس حکمنانے کی غرض سے مہیا یا حاصل کی جائے گی اس کے ساتھ رازداری برتی جائے گی اور ایسے محصولات کے تخمینہ اور وصول سمیت دوسرے کسی بھی مقصد میں استعمال نہیں کیا جائے گا۔

(۲٦) جن اراضی کیلئے عشر ادا کیا جائے گا ان پر مال گزاری اراضی یا کسی صوبائی قانون کے تحت قابل وصول ترقیاتی ٹیکس نہیں لیا جائے گا۔ اس شرط کے ساتھ کہ اس شق کا اطلاق کسی شخص کی اس ذمہ داری پر نہیں ہوگا جو اس حکمنامے کے تحت کاروائی شروع ہونے سے پہلے ہی مال گزاری کے سلسلے میں اس پر لاگو ہو۔

☆ جن اثاثوں پر زکوٰۃ جبری طور پر وصول کی جائیگی انہیں دولت ٹیکس کیلئے تخمینہ کی جانے والے اثاثوں میں شمار نہیں کیا جائیگا۔

☆ اس حکم نامے کے اجراء سے کچھ ہی پہلے بروئے عمل آنے والی لیز دینے والے کیلئے عشر کی ادائیگی کے تناسب کا تعین مقامی کمیٹی کرے گی۔

تاریخی جائزہ

زکوٰۃ آرڈیننس کے نفاذ کے ساتھ ہی اس پر جاگیردار طبقہ کی جانب سے مسلسل تنقید ہونے لگی اور سب سے اہم نکتہ یہ نکالا گیا کہ زکوٰۃ کے نفاذ کی صورت میں انکم ٹیکس کی وصول دُرست نہ ہوگی۔ بعض نے کہا کہ انکم ٹیکس کے ہوتے ہوئے زکوٰۃ کی وصولی ناجائز ہوگی مگر حاکم وقت نے جاگیرداراں کا دباؤ قبول کئے بغیر نظامِ زکوٰۃ نافذ کر دیا۔ ادھر چند مذہبی رہنماؤں نے بھی اس نظام کی مخالفت کی اور ان کی مخالفت کی ایک وجہ یہ تھی کہ دینی مدارس کے اخراجات ومصارف کے سلسلہ میں زکوٰۃ ایک اہم ذریعہ آمدن ہے۔ اب جبکہ حکومت خود زکوٰۃ وصول کرنے لگے گی تو ان مدارس کے ذرائع آمدن متاثر ہونگے۔ حکومت نے فوری طور پر زکوٰۃ فنڈ کے قیام کا اعلان کیا اور زکوٰۃ کی وصولی کا کام اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے سپرد کیا گیا۔ اسٹیٹ بینک کی تمام برانچوں کے علاوہ نیشنل بینک آف پاکستان کو بھی زکوٰۃ کی وصولی کی ذمہ داری سونپی گئی اور ان بینکوں نے الگ سے زکوٰۃ کاؤنٹر قائم کئے۔ زکوٰۃ جمع کرانے کیلئے طریق کار بڑا سادہ اور عام فہم رکھا گیا اور وہی چالان فارم جس کے ذریعے دیگر مدات میں رقوم جمع کرائی جاتی ہیں اسی کو زکوٰۃ فنڈ جمع کروانے کیلئے کارآمد قرار دیا گیا۔ اس کی تین کاپیاں پر کر کے اکاؤنٹ نمبر کے خانہ میں لفظ زکوٰۃ فنڈ لکھ کر جمع کرانا ہوتی تھیں۔

زکوٰۃ فنڈ کیلئے بینک میں دو مختلف کھاتے کھولے گئے ایک مرکزی جبکہ دوسرا صوبائی، زکوٰۃ جمع کراتے وقت یہ لکھنا ضروری قرار پایا کہ رقم مرکزی زکوٰۃ فنڈ میں جمع کرانی مطلوب ہے یا صوبائی زکوٰۃ فنڈ میں اور اسے عوام کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ کس کھاتے میں رقم جمع کرانا چاہتے ہیں۔ کچھ عرصہ تک اسی طرح زکوٰۃ جمع ہوتی رہی اور پھر نئے چالان فارم طبع کرا دیے گئے۔ نقد رقم کے علاوہ چیک اور ڈرافٹ کی سہولت میں بھی زکوٰۃ کی وصولی کی سہولت دی گئی اور اس طرح عوام نے از خود سرکاری زکوٰۃ فنڈ میں کروڑوں روپے جمع کرائے۔ ازاں بعد مرحوم صدر محمد ضیاء الحق نے مرکزی زکوٰۃ کونسل قائم کی جس کے تابع صوبائی اور لوکل زکوٰۃ کونسلیں اور زکوٰۃ کمیٹیاں قائم کی گئیں۔ ۱۵ مارچ ۱۹۸۰ء سے زکوٰۃ جبکہ ۲۰ جون ۱۹۸۰ء سے عشر کی وصولی کا کام شروع ہو گیا۔

زکوٰۃ آرڈیننس میں بعض ترامیم کی تجویز

زکوٰۃ آرڈیننس جسے صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق نے جاری کیا تھا پر بعض حلقوں کی جانب سے عدم اطمینان کا اظہار کیا گیا اور اسے مزید موثر اور اسلامی شریعت کے مزاج کے قریب تر لانے کے سلسلہ میں بعض تجاویز پیش کی گئیں۔ چنانچہ ۲۲ اپریل ۱۹۷۹ء کو مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کی جانب سے چند تجاویز سامنے آئیں جو حسبِ ذیل ہیں:۔

(۲۲ اپریل ۱۹۷۹ء۔ روزنامہ جنگ کراچی)

۱ ...... حکم نامہ کی تمہید میں کہا گیا ہے:

''اور ہرگاہ کہ شریعت اسے مملکت کا ایک فرض قرار دیتی ہے کہ وہ ہر صاحبِ نصاب مسلمان سے زکوٰۃ اور عشر وصول کرے۔ نیز افراد کو یہ اجازت دیتی ہے کہ اس کا جو حصہ مملکت نے وصول نہ کیا ہو، اسے اسی مقصد کیلئے صرف کردے''۔

اس میں صرف مملکت کا فرض بتایا گیا ہے۔ افراد کے فرض کی تصریح نہیں کی گئی۔ اس لئے اس فقرہ میں یہ ترمیم ہونی چاہئے۔

''اور ہرگاہ کہ شریعت ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر (بشمول دیگر شرائط) زکوٰۃ فرض قرار دیتی ہے اور حکومت پر یہ ذمہ داری عائد کرتی ہے کہ وہ عشر اور اموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ کی تحصیل و تقسیم کا انتظام کرے۔ الخ''

۲ ...... باب اوّل کی دفعہ ایک، ذیلی دفعہ (۲) میں کہا گیا ہے:

''اس (حکم نامے) کا اطلاق مسلمانوں پر ہوگا۔ نیز اس کمپنی یا انجمن پر جو خواہ مشمولہ یا غیر مشمولہ مگر اس کے بیشتر حصص یا اثاثہ جات مسلمانوں کے قبضے میں ہوں''۔

اس فقرہ میں کمپنی کو 'قانونی فرد' قرار دے کر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اگر اس کے بیشتر حصص مسلمانوں کے ہوں تو وہ کمپنی مسلم تصور کی جائیگی اور اس پر قانون زکوٰۃ کا اطلاق ہوگا۔ ورنہ وہ 'غیر مسلم' ہونے کی وجہ سے قانونِ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوگی۔ شرعی نقطۂ نظر سے اس فقرہ میں حسبِ ذیل سقم پائے جاتے ہیں۔

(الف) کمپنی کو 'قانونی فرد' قرار دینا ایک قانونی اصطلاح ہے جس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ نہ وہ حصہ داروں کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرنے کی مجاز ہے۔

(ب) جس کمپنی میں بیشتر حصص غیر مسلموں کے ہوں اس کے مسلم حصہ داروں کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کرنا غلط ہے۔

(ج) جس کمپنی میں بیشتر حصص مسلمانوں کے ہوں اس کے مسلم حصہ داروں پر قانون زکوٰۃ کا اطلاق غلط ہے۔

(د) کمپنی کے تمام حصہ داروں کا فرداً فرداً صاحبِ نصاب ہونا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک شرط ہے دیگر ائمہ کے نزدیک کمپنی کا مشترک قابل زکوٰۃ اثاثہ نصاب کی حد کو پہنچتا ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر ہماری تجویز یہ ہے کہ اس فقرہ میں ترمیم کی جائے، بیشتر حصہ داروں کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کی تفریق ختم کر کے یہ قرار دیا جائے کہ کمپنی کے مسلم حصہ داروں سے بشرطیکہ ان کے حصص بقدر نصاب ہوں، زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔

۳...... امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وجوب زکوٰۃ کیلئے صاحبِ نصاب کا عاقل و بالغ ہونا شرط ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک نابالغ اور فاتر العقل کے مال پر بھی زکوٰۃ لازم ہے۔ اس حکم نامے میں غالباً یہی مسلک اختیار کیا گیا ہے۔ اگر مصالح کا تقاضا یہی ہے تو اس کو اختیار کرنے کی گنجائش ہے تاہم بہتر ہوتا کہ اس حکم نامے میں اس کی تصریح کر دی جائے تاکہ عام مسلمانوں کو اُلجھن نہ ہوتی۔

٤...... اموال ظاهره و اموال باطنه

باب اوّل دفعہ ۲ کی ذیلی شق 'ب' میں اموال باطنہ کی تعریف یہ کی گئی ہے، اموال باطنہ سے مراد وہ اثاثے ہوں گے جو کوئی شخص عام طور پر منظر عام پر نہ رکھتا ہو بلکہ نجی حفاظت میں رکھتا ہو۔ اس میں سونا چاندی اور دوسری قیمتی دھاتیں اور پتھر اور ان سے تیار شدہ مصنوعات ایسی نقد رقوم جنہیں بینک یا کسی اور مالی ادارے میں جمع نہ رکھا گیا اور انعامی بانڈز شامل ہیں'۔

اور فقرہ 'ج' میں اموال ظاہرہ کی تعریف یہ کی گئی ہے، اموال ظاہرہ سے مراد ایسے اثاثے ہوں گے جو مذکورہ شیڈول میں درج اموال باطنہ میں مذکور نہ ہوں۔

یہاں تین چیزوں پر تنبیہ ضروری ہے۔ اوّل یہ کہ ہم مذاہبِ اربعہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اموال ظاہرہ و اموال باطنہ کی یہ تعریف آئمہ اربعہ کی متفق علیہ تعریف کے خلاف ہے۔ حضراتِ فقہاء نے 'اموال ظاہرہ' میں تین چیزوں کو شمار کیا ہے:

(۱) وہ مویشی جو نسل کشی کیلئے پالے جاتے ہوں اور جنگل میں چرتے ہوں۔

(۲) مال تجارت جو شہر سے باہر لے جایا جائے۔

(۳) کھیتوں اور باغات کی پیداوار۔

ان تین چیزوں کے علاوہ باقی تمام اموال کو اموال باطنہ میں شمار کیا گیا ہے۔ ہم اس بات پر زور نہیں دیتے کہ حکومت اموال تجارت، کارخانوں، فیکٹریوں اور کمپنیوں کے قابل زکوٰۃ اموال اور بینکوں میں جمع شدہ رقوم کی زکوٰۃ وصول نہ کرے کیونکہ ہمارے معاشرے میں عام طور سے ان اموال کی زکوٰۃ ادا کرنے کا رواج نہیں ہے۔

اور فقہائے اُمت نے تصریح کی ہے کہ اگر لوگ اموال باطنہ کی زکوٰۃ ادا نہ کریں تو حکومت پر لازم ہے کہ وہ ان سے وصول کرے اس لئے ہماری تجویز یہ ہے کہ اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ کی متفقہ تعریف کو تبدیل نہ کیا جائے کیونکہ اس سے فقہی اصطلاحات میں تحریف کا راستہ کھل جائے گا البتہ یہ قرار دیا جائے کہ حکومت عام اموال تجارت، کارخانوں اور کمپنیوں کے (قابل زکوٰۃ) اثاثہ جات اور بینکوں میں جمع شدہ رقوم کی زکوٰۃ بھی وصول کرے گی۔ الا یہ کہ کوئی شخص یہ ثبوت فراہم کردے کہ اس نے بطور خود ان چیزوں کی زکوٰۃ ادا کردی ہے۔

اس ترمیم کے بعد اموال ظاہرہ و باطنہ کی مسلمہ تعریف میں ردو بدل اور مسخ و ترمیم کی ضرورت بھی نہیں ہوگی اور حکومت کا مقصد کہ مسلمان اپنے تمام اموال پر زکوٰۃ ادا کریں، بھی بآسانی پورا ہو جائے گا۔

دوم یہ کہ ایک طرف تو اس حکم نامہ میں حکومت کی ذمہ داری کا دائرہ بڑھانے کیلئے اموال ظاہرہ و اموال باطنہ کی تعریف بدل دی گئی ہے مگر دوسری طرف مویشیوں کی زکوٰۃ کو (جس کی تحصیل و تقسیم شرعاً حکومت کے ذمہ ہے) حکومت کے دائرے کار سے یکسر خارج کردیا گیا۔ اس میں غالباً یہ مصلحت کارفرما ہے کہ تحصیل زکوٰۃ کے عملہ کو پہاڑوں، جنگلوں اور وادیوں میں جانے کی زحمت نہ اُٹھانی پڑے۔

یہ صحیح ہے کہ پاکستان میں ایسے مویشیوں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں اور یہ بھی دُرست ہے کہ حکومت اگر ضرورت محسوس کرے تو اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ بھی اربابِ اموال کو بطور خود ادا کرنے کی اجازت دے سکتی ہے مگر اس کو ایک قانونی شکل دے دینا غلط ہے اور اس کی اصلاح لازم ہے۔

سوم یہ کہ اموال زکوٰۃ میں سونا چاندی کے علاوہ قیمتی دھاتوں، پتھروں کی مصنوعات اور سمندری چیزوں کو بھی شمار کرلیا گیا ہے۔ حالانکہ ان چیزوں پر صرف اس صورت میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جبکہ وہ تجارت کیلئے ہوں۔ اسلئے ان میں 'برائے تجارت' کی تصریح لازم ہے۔

۵...... نصاب زکوٰۃ

باب اوّل کی دفعہ ۲ کے ذیلی فقرہ (ط) میں کہا گیا ہے، نصاب سے مراد وہ اثاثے ہوں گے جو زکوٰۃ کے معاملے میں ۸۷،۴۸ گرام خالص سونے کی قیمت کے برابر ہوں۔

شریعت نے چاندی کا نصاب دوسو درہم (ساڑھے ۵۲ تولے) سونے کا بیس مثقال (ساڑھے ۷ تولے) مقرر کیا ہے اگر کسی کے پاس صرف سونا یا صرف چاندی ہو تو وہ اسی مقررہ مقدار کی صورت میں صاحبِ نصاب کہلائے گا۔ البتہ اموال تجارت کی قیمت لگاتے وقت سونے کو معیار بنایا جائے یا چاندی کو؟ اس میں فقہا کی رائے میں قدرے اختلاف نظر آتا ہے اور اس میں زیادہ احتیاط کی بات یہ ہے کہ سونے اور چاندی میں سے جس کی نصاب کے برابر بھی مالیت ہو جائے زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس لئے ہماری تجویز یہ ہے کہ اس بارے میں چاندی کے نصاب کو معیار بنانا قرین مصلحت ہے اور اگر حکومت سونے کے نصاب ہی کو معیار ٹھہرانا کسی وجہ سے ضروری سمجھتی تب بھی ارباب اموال کا فرض ہوگا کہ باقی ماندہ زکوٰۃ بطور خود ادا کردیں۔

یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ کوئی شخص کچھ چاندی، کچھ سونے، کچھ نقد روپے، کچھ مال تجارت کا مالک ہو، ان میں کوئی ایک چیز بھی الگ طور سے بقدر نصاب نہ ہو لیکن ان سب کی مجموعی مالیت چاندی کے نصاب کے برابر ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

٦...... عطیات

باب اوّل کی دفعہ ۲ کے ذیلی فقرہ (ن) میں کہا گیا ہے، صدقات سے مراد رضا کارانہ عطیات اور چندے ہیں۔

اور باب دوم دفعہ ۳ کی ذیلی شق (ا) میں زکوٰۃ فنڈ کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے، 'ایک زکوٰۃ فنڈ' قائم کیا جائے گا جس کے کھاتے میں زکوٰۃ، عشر اور صدقات کی تمام تحصیلات جمع کی جائیں گی۔

شرعی اصطلاح میں 'صدقات' کا لفظ زکوٰۃ اور عشر کیلئے استعمال ہوتا ہے اسلئے رضا کارانہ عطیات اور چندوں کیلئے 'عطیات' کی اصطلاح اختیار کرنا مناسب ہے۔

نیز ہماری تجویز یہ ہے کہ عطیات کو زکوٰۃ فنڈ کے کھاتے میں نہ ڈالا جائے بلکہ عطیات کا کھاتہ اور اس کے حسابات بالکل الگ رکھے جائیں۔ کیونکہ زکوٰۃ کے مصارف میں بہت احتیاط کی ضرورت ہوگی اور جہاں زکوٰۃ کا صرف کرنا صحیح نہیں وہاں عطیات فنڈ خرچ کیا جاسکے گا۔ مثلاً کسی سیّد اور ہاشمی کی خدمت زکوٰۃ فنڈ سے نہیں کی جاسکتی، زکوٰۃ کسی غیر مسلم کو نہیں دی جاسکتی، رفاہی اداروں پر خرچ نہیں کی جاسکتی۔ ان تمام مواقع میں عطیات فنڈ سے خرچ کیا جاسکے گا۔ حکومت کے اہلکاروں کو ان دونوں حسابات کے الگ الگ رکھنے اور خرچ کرنے میں تھوڑی سی پریشانی تو ضرور ہوگی مگر شرعاً الگ الگ حساب رکھنا ضروری ہے اور اس کے بہت زیادہ فوائد ہیں۔

۷...... مقروض پر زکوٰۃ

باب سوم کی دفعہ ۴ کے ذیلی دفعہ (۳) میں کہا گیا ہے، زکوٰۃ کے طور پر وصول کی جانے والی رقم کا تعین کرتے ہوئے ان اثاثوں کی قیمت سے جن پر زکوٰۃ وصول کی جائے قرضہ جات کا حساب منہا کرنے کی گنجائش ہوگی جو ضوابط کے ذریعے متعین کردہ طریقے اور خصوصی حساب کے مطابق ہوگی۔ شرط یہ ہے کہ قرضوں کے سلسلے میں کسی ایسے قرض کی تخفیف کی گنجائش نہیں ہوگی جس کا تعلق ایسے اثاثے سے ہوگا جس پر زکوٰۃ نہ نکلتی ہو۔

یہ ایک بہت ہی اہم اور پیچیدہ مسئلہ ہے جس سے اس پیراگراف میں تعریف کیا گیا ہے۔ اس میں معمولی افراط وتفریط بھی سنگین نتائج کی حامل ہوسکتی ہے جہاں تک فقہائے اُمت مذاہب کا تعلق ہے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک تو سوائے دین مؤجل کے باقی تمام دیوان (قرضے) منہا کرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول قدیم بھی یہی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اموال باطنہ کی زکوٰۃ سے مانع ہے۔ اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ سے مانع نہیں اور امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ دین مطلق مانع نہیں، حکمنامے کے مندرجہ بالا پیراگراف میں غالباً اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ ایسے قرض کو منہا قرار دینا ضروری ہے جو عام ضروریات زندگی کی بنا پر ہو، کسی پیداوار، جائیداد، مسرفانہ، اخراجات یا سامان تعیش خریدنے کی نیت پر نہ ہو۔ البتہ عشر مقروض کی پیداوار پر بھی واجب ہے۔

۸...... حیوانات اور سمندر کی چیزوں پر زکوٰۃ

باب سوم دفعہ ۴ کی ذیلی دفعہ (۴) میں کہا گیا ہے، اموال باطنہ، بینکوں اور دوسرے مالیاتی اداروں میں جمع شدہ حساب جاری، حیوانات، مچھلیاں اور سمندر سے پکڑی یا پیدا کی جانے والی اشیاء پر لازمی طور پر زکوٰۃ نہیں وصول کی جائے گی لیکن شق نمبر (۵) کے تحت وصول کی جاسکے گی۔

ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ جن حیوانات پر زکوٰۃ فرض ہے ان کی وصولی حکومت کی ذمہ داری ہے اس لئے حیوانات کو لازمی وصولی سے مستثنیٰ کرنا غلط ہے۔

اور یہ بھی اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ دریائی پیداوار پر زکوٰۃ واجب نہیں جب تک کہ اسے فروخت نہ کردیا جائے۔ فروخت کرنے کے بعد معروف شرائط کے ساتھ اس کی رقم پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس لئے ان تمام چیزوں کو اس پیراگراف سے حذف کردینا ضروری ہے۔

۹...... زائد وصول شدہ رقم کی واپسی

باب سوم دفعہ ۴ کی ذیلی دفعہ (۶) میں کہا گیا ہے، جب کوئی ایسا شخص جس سے وسائل پر زکوٰۃ وصول کی گئی ہو یہ ثابت کردے کہ اس سے اس حکم نامہ کے تحت عائد شدہ زکوٰۃ سے زیادہ زکوٰۃ وصول کی گئی ہے تو جو رقم اس نے زائد ادا کی ہوگی واپس کردی جائیگی۔

اس پیراگراف میں 'اس حکم نامے کے تحت عائد شدہ زکوٰۃ' کے بجائے 'شریعت کی عائد کردہ زکوٰۃ' کا لفظ ہونا چاہئے۔ دوسرے اگر کسی شخص سے زائد زکوٰۃ رقم وصول کرلی گئی تو زائد رقم کی واپسی حکومت کا فرض ہے مگر تجربہ ہے کہ جو چیز ایک بار حکومت کے خزانے میں داخل ہوجاتی ہے پھر اس کا واپس ملنا آسان نہیں رہتا۔

۱۰...... عشر اور خراجی زمین

حکمنامے سوم کے باب چہارم 'عشر' سے متعلق ہے اور یہ ایک حروف حقیقت ہے کہ 'عشر' عشری زمین کی پیداوار پر واجب ہوتا ہے لیکن حکمنامے میں عشری اور خارجی زمین کی کوئی تمیز نہیں کی گئی اور نہ ان کی تعریف کی گئی ہے اس لئے ہمارے نزدیک دفعہ میں مندرجہ ذیل شق کا اضافہ کیا جانا ضروری ہے:

'عشر صرف عشری زمین سے وصول کی جائے گا'۔

تشریح...... مندرجہ ذیل زمینوں کے علاوہ سب زمین عشری تصور کی جائے گی:

(الف) جو زمین غیر مسلم کی ملکیت میں ہوں۔

(ب) ایسی زمینیں جن کا کسی وقت غیر مسلم کی ملکیت میں رہنا معلوم ہو بشرطیکہ وہ متروکہ جائیداد نہ ہو۔

۱۱...... عشر کس شخص پر واجب ہوگا؟

باب چہارم دفعہ ۶ کے پیراگراف (۱) میں کہا گیا ہے، اس حکمنامے کی دوسری شرائط کے سوا ہر مالک زمین ہبہ دار، پٹہ دار یا ٹھیکیدار سے اس کے پیداوار کے حصے پر ۵ فیصد شرح وصول کیا جائے گا۔

اس میں دو چیزیں اصلاح طلب ہیں۔ ایک یہ کہ پانچ فیصد کی شرح سے عشر نہری زمینوں پر وصول کیا جاتا ہے جبکہ وہ بارانی زمینیں (جن کی سیرابی کنویں، ٹیوب ویل یا نہر کے پانی سے نہ ہوتی ہو) ان پر دس فیصد شرح سے عشر واجب ہے۔

دوم یہ کہ عشر اس شخص پر واجب ہوتا ہے جس کے گھر پیداوار پائے چنانچہ بٹائی کی پیداوار پر مالک اور کسان دونوں کو اپنے اپنے حصے کا عشر ادا کرنا ہوگا۔ اگر حکومت کسانوں سے عشر نہیں لینا چاہتی، یا بارانی زمینوں پر بھی صرف پانچ فیصد کی شرح سے ہی وصول کرنا چاہتی ہے تب بھی مسئلہ کی وضاحت ضروری ہے تاکہ جن پر عشر شرعاً واجب ہو اور وہ حکومت کے قانون سے مستثنیٰ ہو اسے وہ بطور خود ادا کریں۔

۱۲ ...... عشر کی ادائیگی نقد یا بصورت جنس ؟

باب چہارم دفعہ ۶ کی ذیلی دفعہ (۳) میں کہا گیا ہے، عشر نقد وصول کیا جائے گا۔ جہاں گندم یا دھان کی شکل میں ہو وہاں عشر نقد یا جنس کی صورت میں وصول کیا جاسکتا ہے۔

حکم نامے کا یہ فقرہ شریعت اسلام کے مزاج میں کوئی میل نہیں کھاتا۔ جیسے کہ سب جانتے ہیں شریعت نے ہر چیز کی زکوٰۃ اسی کی جنس سے تجویز فرمائی۔ نقد میں سے نقد، مویشیوں میں سے مویشی اور غلوں اور پھلوں میں سے غلہ اور پھل۔ شریعت کے اس قانون کا واضح طور پر منشا یہ ہے کہ ارباب اموال کو فریضہ زکوٰۃ ادا کرتے ہوئے کسی قسم کی اُلجھن اور پریشانی لاحق نہ ہو۔ گویا شریعت نے زکوٰۃ و عشر ادا کرنے والے کی سہولت کو سب سے مقدم رکھا ہے۔ اسکے برعکس اس حکم نامے میں عشر ادا کرنے والوں کے بجائے حکومت کے عملہ کی سہولت ملحوظ رکھی گئی ہے اور ہمارے نزدیک حکومت کے عملہ کی سہولت کی خاطر عوام کو اُلجھن میں ڈالنا ظلم و ستم کا دروازہ کھولنے کے ہم معنی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ارباب اموال اپنی جنس فروخت کر کے بآسانی نقد ادائیگی کر سکتے ہیں تو اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ جس سہولت کے ساتھ دیہات کے کاشتکار اپنی جنس فروخت کر سکتے ہیں اس سے زیادہ سہولت کے ساتھ حکومت کا عملہ بصورتِ جنس عشر وصول کرنے کے بعد اسے فروخت بھی کر سکتا ہے۔ بہر حال جنس کو فروخت کر کے نقد ادائیگی کی ذمہ داری کاشتکاروں پر ڈالنا صریح غیر منصفانہ بات ہے جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ اس لئے اس فقرہ میں حسب ذیل ترمیم ہونی چاہئے:

"عشر بصورت نقد یا جنس (جس میں بھی ادا کنندہ کو سہولت ہو) وصول کیا جائے گا"۔

۱۳ ...... عشر کا نصاب

باب چہارم دفعہ ۶ کی ذیلی دفعہ (۴) میں عشر کا نصاب میں ۵ وسق (۹۴۸ کلوگرام) گندم یا اس کے مساوی قیمت کو قرار دیا گیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک تمام زمین کی پیداوار پر، خواہ کم ہو یا زیادہ عشر واجب ہے۔ البتہ ۵ وسق سے کم مقدار کا عشر حکومت وصول نہیں کریگی بلکہ مالکان کو بطور خود ادا کرنا چاہئے لیکن تمام اشیاء کیلئے گندم کے ۵ وسق کو نصاب قرار دینا بالکل غلط ہے کیونکہ جو چیزیں وسق کے تحت آتی ہیں، ان میں سے ہر ایک چیز کا نصاب خود اس کے پانچ وسق ہوں گے نہ کہ گیہوں کے۔

البتہ جو چیزیں وسق کے تحت نہیں آتی (مثلاً کپاس اور گنے کی فصل) اس کے بارے میں امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ سب سے کم قیمت جنس کے ۵ وسق کی قیمت کو نصاب تصور کیا جائے گا اور جدید دور کے بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ متوسط قیمت کی جنس کے ۵ وسق کو نصاب تصور کرنا چاہئے۔ اس رائے پر اعتماد کرتے ہوئے کپاس، گنا اور اس قسم کی دوسری غیر منصوص چیزوں کیلئے گندم کو معیار بنایا جاسکتا ہے مگر منصوص و غیر منصوص تمام اشیاء کیلئے گندم کی قیمت کو معیار بنا دینا غلط ہوگا۔ اس لئے ہمارے خیال میں اس حکم نامے کے مرتب کرنے والے حضرات نے حکومت کے عملہ کی سہولت کیلئے ناروا اجتہاد سے کام لیا ہے۔

۱۴..... زکوٰۃ و عشر کے مصارف

باب ششم میں 'زکوٰۃ فنڈ' کے مصارف کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس رقم سے قرض لے کر غریبوں کے فائدے کیلئے اسپتال اور تعلیمی، صنعتی اور پیشہ ورانہ تربیت کے ادارے قائم کیے جائیں گے۔
اور اس قرض کی ادائیگی ایک عرصے میں ان لوگوں سے وصول کردہ فیس سے کی جائے گی جو ان اداروں سے سہولتیں حاصل کرینگے۔ سوائے ان لوگوں کے جو زکوٰۃ اور عشر کے مستحق ہوں۔

زکوٰۃ فنڈ سے قرض لے کر اس قسم کے ادارے قائم کرنا صحیح نہیں۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے عرض کر چکے ہیں۔ حکومت کو عطیات فنڈ کا حساب الگ رکھنا چاہئے اور اس قسم کے اداروں کیلئے 'عطیات فنڈ' سے قرض لینا چاہئے ۔ کیونکہ ایسے اداروں سے مسلم و غیر مسلم اور غنی و فقیر سب ہی مستفید ہونگے اور یہ بات فقراء کیلئے فائدہ مند نہیں۔ بلکہ ان کی حق تلفی ہے کہ جو مال اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مخصوص کیا تھا۔ اس سے غیر مستحق لوگ مستفید ہوں۔ اس لئے زکوٰۃ فنڈ سے قرض لے کر اسے غیر مصرف پر خرچ کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ البتہ اسپتال یا دیگر رفاہی اداروں سے غرباء کے مستفید ہونے کیلئے زکوٰۃ فنڈ کا ایک حصہ بایں طور پر مخصوص کیا جاسکتا ہے کہ اس سے غرباء کی فیس، ادویات اور دیگر ضروریات مہیا کی جائیں۔

۱۵..... عاملین زکوٰۃ کی تنخواہیں

باب ششم دفعہ ۱۵ میں زکوٰۃ کے مصارف میں زکوٰۃ و عشر کی تحصیل کے اخراجات اور نظم و نسق کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ زکوٰۃ و عشر کی فراہمی کے اخراجات اور اس کے عملہ کی تنخواہیں اسی فنڈ میں سے ادا ہوں گی لیکن یہ مال جو خالص فقراء و مساکین کیلئے مختص ہے دفاتر کی تزئین و آرائش اور جدید تمدن کے غیر ضروری مسرفانہ اخراجات پر خرچ نہیں ہونا چاہئے، ورنہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس مال میں فقراء و مساکین کا حصہ تو کم ہی لگے گا، بیشتر رقم نظم و نسق ہی کی نذر ہو جائے گی۔ جیسا کہ اوقاف کے حکومت کی تحویل میں جانے کے بعد اس بات کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ وقف کا مال بڑی بڑی تنخواہوں، دفتروں کی آرائش اور افسروں کی آسائش پر بے دریغ خرچ کیا جا رہا ہے۔ فقہائے اُمت نے تصریح کی ہے کہ اگر تحصیل زکوٰۃ کے مصارف زکوٰۃ کی مجموعی مالیت کے نصف سے بھی بڑھ جائیں تو حکومت کو اس کا انتظام اپنے ہاتھ میں نہیں لینا چاہئے بلکہ لوگوں کو بطور خود زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دینا چاہئے۔

١٦ ...... نو مسلم فقراء کی خصوصی اہمیت

یہاں ہم یہ سفارش بھی کریں گے کہ زکوٰۃ فنڈ میں یوں تو مسلمان فقراء ومساکین کا حق ہے۔ مگر جو لوگ اسلامی برادری میں نئے نئے شامل ہوئے ہوں اور وہ زکوٰۃ کے مستحق بھی ہوں ان کو خصوصی اہمیت دی جائے اور ان کو معاشی طور پر خود کفیل بنانے میں سب سے پہلے مدد دی جائے کیونکہ اکثر نو مسلم حضرات کو اپنے پہلے ماحول سے الگ ہونے کے بعد معاشی اُلجھن پیش آتی ہے۔ حکومت کی طرف سے ایک خصوصی مد ان کیلئے ہونی چاہئے اور اس کا باقاعدہ اعلان بھی کر دیا جائے تو بہتر ہے۔

١٧ ...... زکوٰۃ ادا کرنے والے کی صوابدید

باب ہفتم: دفعہ ۱۶ میں کہا گیا ہے، ہر وہ شخص جو باب ششم میں مخصوص کردہ مقاصد کیلئے زکوٰۃ یا عشر ادا کرتا ہے وہ حقدار ہوگا کہ

(الف) ایڈمنسٹریٹر جنرل یا اس کے نامزد کردہ فرد سے کہے کہ اس کی ادا کردہ رقم کا ایک حصہ جو پندرہ فیصد سے زائد نہ ہو اس کے بتائے ہوئے اداروں کو ادا کیا جائے، یا

(ب) یہ ثبوت بہم پہنچا کر کہ وہ اتنی رقم مذکورہ مقصد کے تحت صرف کر چکا ہے اس کی واپسی کا مطالبہ کرے۔

یہ طریقہ جو تجویز کیا گیا ہے غیر منصفانہ ہے۔ اسلئے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے کو یہ علم نہیں ہوگا کہ اس کی درخواست قبول کر لی گئی ہے یا نہیں؟ اور ایک بار حکومت کے خزانے میں زکوٰۃ جمع کرانے کے بعد اس کی واپسی کا مطالبہ کرنا بھی اچھا خاصا دردِ سر ہے۔ اس کے بجائے منصفانہ تجویز ہوگی کہ اگر کوئی شخص یہ ثبوت فراہم کر دے کہ وہ اس قدر زکوٰۃ بطور خود ادا کر چکا ہے تو حکومت زکوٰۃ کا اتنا حصہ وصول نہیں کرے گی۔ نیز پندرہ فیصد کی مقدار کم ہے اگر حکومت زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو یہ حق دینا چاہتی ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے موافق بھی زکوٰۃ کا کچھ حصہ ادا کریں تو اس مقدار کو بڑھا کر کم از کم پچیس فیصد کر دینا چاہئے۔

۱۸...... چند ضروری سفارشات

آخر میں نظام زکوٰۃ وعشر کے سلسلے میں ہم چند ضروری سفارشات پیش کرنا چاہتے ہیں:۔

۱......زمین کی پیداوار تو جب بھی حاصل ہو اس پر عشر واجب ہے مگر وجوب زکوٰۃ کیلئے مال پر سال کا گزرنا شرط ہے اور سال سے قمری سال مراد ہے، شمسی سال نہیں۔ ہمارے ملک کا سارا نظام چونکہ شمسی تقویم کے مطابق چل رہا ہے اس لئے اس کا امکان ہے کہ 'زکوٰۃ وعشر کا نظام' بھی اسی کے مطابق چلا جائے مگر یہ صحیح نہیں ہوگا۔ اس لئے ہم سفارش کرتے ہیں کہ ملک کے پورے نظام کو قمری تقویم کے مطابق نہیں چلایا جا سکتا تو زکوٰۃ وعشر کا نظام بہرحال قمری سال کے ہی اعتبار سے کیا جائے اور حکمنامے میں اس کی وضاحت کردی جائی۔

۲......تحصیل زکوٰۃ میں کسی غیر مسلم کی خدمات حاصل نہیں کی جاسکتیں۔ مگر حکومت نے جو انتظامی ڈھانچہ تشکیل دیا ہے اس میں قوی امکان اس بات کا ہے کہ انتظامیہ کے کچھ ممبر غیر مسلم بھی ہونگے۔ ہم اس کو حدود شرعیہ سے تجاوز سمجھتے ہیں اسلئے حکمنامے میں اس کی صراحت کردی جائے کہ کسی غیر مسلم کو کسی سطح پر بھی زکوٰۃ وعشر سے متعلق انتظامیہ میں شریک نہیں کیا جائے گا۔

۳......سیّد اور ہاشمی کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ اس طرح ان کو تحصیل زکوٰۃ کے کام پر مامور کر کے ان کی تنخواہ زکوٰۃ فنڈ سے دینا بھی جائز نہیں۔ اس لئے ہم سفارش کرتے ہیں کہ جو سیّد اور ہاشمی حضرات اعانت وامداد کے مستحق ہوں ان کی خدمت عطیات فنڈ سے کی جائے اور ان کو زکوٰۃ وعشر کی تحصیل کے انتظام میں نہ لگایا جائے۔

٤......زکوٰۃ کے مسائل بہت نازک ہیں اور ہمارے بیشتر افسران مسائل شرعیہ سے بالکل ناواقف ہونے کے باوجود اپنے آپ کو 'مجتہد مطلق' تصور کرتے ہیں، ان سے یہ توقع بے جا نہیں کہ وہ اپنی سہولت کی خاطر 'مسائل شرعیہ' سے انحراف کو معمولی بات تصور کریں۔ ہم سفارش کرتے ہیں کہ اس مقدس فریضہ' اسلام کو افسران کے غلط اجتہاد سے پاک رکھا جائے اور اسلامی نظریاتی کونسل اور ملک کے دیگر محقق علماء سے مسائل معلوم کر کے ان کی پابندی کو لازم سمجھا جائے۔ اس کا ایک آسان طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ علمائے اسلام کا ایک بورڈ مقرر کر کے زکوٰۃ وعشر کے تمام ضروری مسائل کتابی شکل میں مدوّن کرائے جائیں اور پورے عملے کو ہدایت کی جائے کہ وہ ان کی پابندی کرے ورنہ مسائل سے ناواقف حضرات نے اپنے بے ہنگم اجتہاد سے کام چلایا تو اس کا وبال بڑا سخت ہوگا۔

٥......فریضہ زکوٰۃ کے نفاذ کے بعد انکم ٹیکس کا باقی رکھنا بہت سی قباحتوں کو جنم دے گا۔ ہماری سفارش ہے کہ انکم ٹیکس کو ختم کردیا جائے اور اس کی جگہ حکومت کے مصارف کیلئے کوئی اور ٹیکس اس طرح لگایا جائے کہ اس میں چوری کا رُجحان نہ ہو اور زکوٰۃ کے نظام کو متاثر نہ کرے۔

٦......جس طرح مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے اسی طرح غیر مسلموں سے جزیہ وصول کرنا بھی قرآن کریم کا حکم ہے۔ ہماری سفارش ہے کہ ایک منصفانہ شرح کے ساتھ غیر مسلموں سے جزیہ وصول کیا جائے۔ جسے حکومت کی ضروریات کے علاوہ غیر مسلم برادری کی فلاح وبہبود پر خرچ کیا جائے۔ حکومت چاہے تو اس کا نام 'رفاہی ٹیکس' تجویز کرسکتی ہے۔ یہ ایک شرعی فریضہ ہے اور اسلام کے مالیاتی نظام میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن جناب مفتی محمد حسین نعیمی

نے زکوٰۃ وعشر کے قانون کی بعض خامیوں کی نشاندہی کی، انہوں نے کہا:

حکومت نے عشر زکوٰۃ کا نظام نافذ کر کے کتاب وسنت کے ایک اساسی مطالبے کو پورا کیا ہے اور اسلامی حکومت کے دینی تشخص کو قائم کرنے کیلئے قابل تحسین اقدام کیا ہے۔ تاہم یہ اقدام ادھورا ہے۔ بہت کم اموال پر زکوٰۃ عائد کی گئی ہے جبکہ اسلامی نظام کا تقاضا ہے کہ صاحبِ نصاب اپنے تمام اموال نامیہ کی پوری زکوٰۃ ادا کرے، حکومت نے صرف بینک میں بعض سرمائے پر زکوٰۃ کی وصولی لازم کی ہے جو اکثر زکوٰۃ دہندہ کے اموال کا دو فیصد سے بھی کم ہے تاجر طبقہ اور بڑے اور اوسط درجے کے صنعت کار حکومت کے اس نظام زکوٰۃ سے باہر رہ جاتے ہیں اس نظام کو وسعت دینی چاہئے تاکہ فقراء، مساکین اور دیگر مصارف زکوٰۃ کی خاطر سرمایہ فراہم ہو سکے اور اس نظام کے مقاصد اور اس کے فوائد پوری طرح جلد رونما ہو سکیں۔

کتاب وسنت کی تعلیمات کے مطابق پانچ قسم کے اموال پر زکوٰۃ واجب الادا ہوتی ہے۔ نقد اموال تجارت پر، زمین کی پیداوار پر، خودرو چارہ چرنے والے مویشیوں پر، معاون اور کانوں پر ان کی زکوٰۃ مقدار مختلف ہے جس کی تفصیل فقہ اسلامی میں پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ موجودہ دور مروجہ نظام زکوٰۃ میں سونے چاندی سے اموال تجارت سے کارخانوں کی پیداوار سے مویشیوں سے، غیر سرکاری معاون اور کانوں سے زکوٰۃ واجب الوصول نہیں ہے۔

اسلامی حکومت کا فرض منصبی ہے کہ وہ اپنے ملک کے باشندوں سے جملہ حقوق وفرائض کی تکمیل کرائے، اگر کوئی شخص اپنا فرض ادا نہ کر رہا ہو یا کسی کا حق نہ دے رہا ہو تو قانوناً اس کو اس کے ادا کرنے میں پابند کرے۔

اگرچہ فقہائے کرام نے اموال باطنہ کی زکوٰۃ وصول کرنا حکومت کے فرائض میں شامل نہیں کیا ہے لیکن اگر حکومت یہ دیکھے کہ لوگ اموال باطنہ کی پوری زکوٰۃ ادا کرنے میں کوتاہی کر رہے ہیں تو پھر حکومت پر لازم ہو جاتا ہے کہ فریضہ زکوٰۃ کی مکمل ادائیگی کیلئے اپنے اختیارات کو استعمال کرے حکومت کسی کوتاہی کو جانتے ہوئے بھی خاموش اور لاتعلق رہے تو شخص مکلف کے ساتھ حکومت بھی عنداللہ ماخوذ ہوگی، اسلئے ضروری ہے کہ جن افراد کے ذمے جس قسم کی زکوٰۃ فرض ہے اس کی ادائیگی کا اطمینان کرے ورنہ خود وصول کر کے فقراء ومساکین کا حق ان تک پہنچائے ایسا نہ ہو کہ روزِ حساب ربّ العزت کی عدالت میں فقراء ومساکین اپنے حقوق سے محرومی کا دعویٰ دو فریق پہ کریں۔ ایک صاحبِ نصاب پر کہ اسکے مال پر زکوٰۃ کی جو مقدار فقراء کا حق قرار دیا گیا تھا وہ انہیں نہیں دیا گیا بلکہ زکوٰۃ کا حصہ بھی صاحبِ نصاب نے اپنے ہی اہل وعیال پر خرچ کیا۔ دوسرا دعویٰ حکومت پر کہ وہ فقراء ومساکین کا حق دِلانے سے قاصر رہی۔ اس لئے کوئی ایسا ضابطہ وضع کیا جانا چاہئے جس کی وجہ سے اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ کی زکوٰۃ کی ادائیگی ہوتی رہے، انکم ٹیکس کے سالانہ گوشوارے میں ایک خانہ ایسا رکھا جا سکتا ہے جس سے زکوٰۃ کی مقدار کی وضاحت طلب کی جائے اس نظام میں ایک اور خلاء بھی گوارا کر رکھا ہے جس کی بناء پر سرمایہ دار یا صاحب نصاب کو عشر وزکوٰۃ سے بچنے کیلئے بڑا آسان راستہ موجود ہے کہ کوئی مطلوبہ فارم داخل کر کے زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہو جائے، اس سے زکوٰۃ کا مطلوبہ ہدف بھی متاثر ہوا اور ضرورت مند نادار طبقے کی امداد کا حق بھی ادا نہ ہوا، اس خلاء کو پر کرنے کیلئے کوئی متبادل طریقہ اختیار کیا جائے۔

زکوٰۃ کے مصارف کیلئے قرآن کریم نے آٹھ مستحقین کو متعین کر دیا ہے، ان سے تجاوزت کرنا شرعاً درست نہیں، آیتِ قرآنیہ میں جن مصارف کا ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انفرادی اور اجتماعی بہبود کیلئے زکوٰۃ فرض کی گئی ہے، ان آٹھ مصارف میں چھ مصارف لازم کے تحت ہیں چوتھے کے وقف مصرف کا تقاضا کرتا ہے، یعنی اگر زکوٰۃ ان چھ مصارف میں خرچ کی جائے تو مستحقین کو زکوٰۃ کا مالک بنانا ضروری ہوگا، باقی دو مصارف کو لام تملیک کی بجائے لفظ فی کے ماتحت ذکر کیا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر زکوٰۃ دو مصارف میں خرچ کی جائے تو اس میں تملیک ضروری نہیں، وہ دو مصارف فی الرقاب اور فی سبیل اللہ ہیں فی الرقاب سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے غلام خرید کر آزاد کیا جائے یا غلام کے آقا کے مطالبے کو زکوٰۃ کی رقم سے پورا کر کے آزادی دلائی جائے۔ اس صورت میں زکوٰۃ کی تملیک غلام کیلئے ممکن نہیں کیونکہ وہ خود مملوک ہے، مالک ہونے کی اہمیت نہیں رکھتا اسی طرح فی سبیل اللہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے زکوٰۃ صرف کی جائے۔ جس کی مثال میں اکثر فقہاء نے اس میں مزید وسعت دے کر پل، کنواں، اسپتال، تبلیغی ادارے اور دینی مدارس کو بھی شامل کیا ہے۔

آیتِ قرآنیہ میں مذکورہ مصارف پر زکوٰۃ خرچ کرنے کیلئے ترجیحات کو مدِ نظر رکھنا ہوگا جس کیلئے دو صورتیں اختیار کی جا سکتی ہیں:

۱۔ ان مصارف میں احتیاج کی بنیاد پر ترجیح دی جائے، علیٰ ہذٰ القیاس۔ ثانیاً جو ترتیب آیتِ قرآنیہ میں ذکر کی گئی ہے اسی ترتیب سے زکوٰۃ صرف کی جائے یعنی پہلے مصرف سے اگر زکوٰۃ زائد ہو تو دوسرے مصرف پر علیٰ ہذا القیاس تقریباً دو سال سے عشر و زکوٰۃ کا نظام جاری ہے۔ اس کے باوجود گداگری کا سلسلہ باقی ہے، اس نظام کو اس وقت کامیاب سمجھا جائے گا جس دن گداگری کا وجود ختم ہو جائے گا۔ یہ نظام خالص دینی ہے اس لئے اس میں کتاب وسنت کے منشا کو جتنا پورا کیا جائے اتنی ہی اس نظام میں برکت ہوگی اور ربّ العالمین کی نصرت اور رحمۃ للعالمین کا فیضان اس نظام کے ساتھ شامل ہوگا۔

۱......نظامِ زکوٰۃ کو بتدریج وسعت دی جائے تاکہ تمام اموال کی زکوٰۃ ادا کرنے کا فرض ادا ہو سکے۔

۲......نظامِ زکوٰۃ میں اشناد ختم کیا جائے یا متبادل طریقہ اختیار کیا جائے۔

۳......مقامی زکوٰۃ کمیٹی کا چیئرمین کسی حاجی کو بنایا جائے کیونکہ وہ صاحبِ نصاب بھی ہوگا اور دیندار بھی۔

٤......زکوٰۃ کمیٹیوں کے ممبران اپنے علاقے کی سالانہ رپورٹ شائع کیا کریں۔ اس سے ہر کمیٹی کی کارکردگی ظاہر ہوگی اور اس نظام کی افادیت سے عوام کو آگاہی حاصل ہوگی۔

۵......انکم ٹیکس کے گوشوارے میں زکوٰۃ کی مقدار اور اس کی ادائیگی کا ایک خانہ رکھا جائے۔

٦......گداگری کے پیشے کو ممنوع قرار دیا جائے۔

(روزنامہ کلیم سکھر/ ۲۴ جنوری ۱۹۸۴ء)

پاکستان میں رائج نظامِ زکوٰۃ کا ایک ناقدانہ جائزہ

پاکستان میں رائج نظام زکوۃ میں پائی جانے والی خامیوں پر مثبت آراء ہم نے پیش کیں، اب اس نظام کا ایک تنقیدی جائزہ پیش خدمت ہے۔ زکوۃ کے نافذ العمل نظام پر تنقید کرتے ہوئے جناب منظور کاندھڑ لکھتے ہیں، خدا کے نام پر لیا ہوا زکوۃ فنڈ کا بیس ارب روپیہ زکوۃ کی تقسیم کے غلط نظام کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گیا۔ نظام زکوۃ ۲۰ جون ۱۹۸۰ء کو ایک آرڈیننس کے ذریعے نافذ کیا گیا اور اب تک مرکزی زکوۃ فنڈ میں تقریباً ۲۰ ارب روپے جمع ہوئے، ان میں سے گیارہ ارب روپے مستحقین میں تقسیم کی غرض سے صوبوں کے سپرد کیے گئے، جبکہ تقریباً ساڑھے تین ارب روپے قومی سطح کے اداروں، بے گھر لوگوں کیلئے مکانات اور زمینی اور آسمانی آفات سے متاثرہ افراد کو تقسیم کرنے کیلئے دیئے گئے۔ گیارہ لاکھ مستحقین از کوۃ میں بیس ارب روپے خرچ کرنے کے باوجود ایک گھر بھی آباد نہیں ہوسکا۔ کوئی ایک شخص بھی برسر روزگار نہیں ہوسکا۔ کسی ایک شخص نے بھی زکوۃ کے رجسٹر سے اپنا نام نہیں کٹوایا، بلکہ ۱۹۸۰ء سے لے کر اب تک زکوۃ کے مستحقین میں متواتر اضافہ ہو رہا ہے۔ انتظامیہ کا موقف ہے کہ آبادی کے بڑھنے کی وجہ سے ہوا ہے لیکن تحقیق کے دوران پتا چلا ہے کہ موجود رجسٹر کی گئی تعداد بھی زیادہ تر فرضی ناموں پر مشتمل ہے اور اصل مستحقین ابھی تک اربوں روپے کے اس فنڈ سے استفادہ نہیں کر سکے۔ موجودہ نظام کے تحت زکوۃ کی تقسیم کرنے والے زکوۃ کمیٹیوں کے چیئرمینوں کی تعداد ۳۹ ہزار سے زائد ہے، جن کو اس فنڈ میں سے انتظامی اخراجات کی مد میں رقم لینے کی بھی اجازت ہے۔ اسطرح اگر ایک چیئرمین پانچ ہزار روپے بھی انتظامی اخراجات کی مد میں خرچ کرے تو بیس کروڑ روپیہ سالانہ بنتا ہے اس حوالے سے تین ارب روپے سے زائد رقم انتظامی اخراجات کی مد میں تباہ ہو چکی ہے۔ مرکزی زکوۃ انتظامیہ کے مطابق زکوۃ کے انتظام و انصرام پر جو بھی خرچ آتا ہے وہ مرکزی زکوۃ فنڈ سے نہیں بلکہ حکومت کے اپنے بجٹ سے برداشت کیا جاتا ہے اور مرکزی زکوۃ انتظامیہ وزارت خزانہ کا ایک ونگ ہے اور اس کے تمام اخراجات حکومت کے بجٹ کا حصہ ہیں۔ اسی طرح صوبائی سطح پر زکوۃ کے انتظامات پر اُٹھنے والے خراجات صوبائی مدات کے بجٹ سے برداشت کیے جارہے ہیں۔ البتہ انتظامی زکوۃ کمیٹیاں یہ اختیار رکھتی ہیں کہ کل رقم کا دس فیصد اپنے انتظامی اخراجات کی مد میں رکھ لیں۔ عاملین زکوۃ کی حیثیت سے یہ خرچ جائز اور فقہ کے اصولوں کے مطابق ہے۔ زکوۃ کی تقسیم اسلام کے اقتصادی نظام کا ایک ستون ہے۔ اس کا مقصد جہاں حاجتمند افراد کی کفالت ہے، وہاں دولت کو گردش میں رکھنا، ارتکاز کو روکنا اور دولت کا رُخ امراء کے طبقے سے غریب عوام کی طرف موڑنا ہے لیکن اس صورتحال کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ زکوۃ کی تقسیم میں بدعنوانیوں اور بد دیانت عاملین کی شمولیت سے اس عظیم اسلامی مقصد کو پامال کیا جا رہا ہے اور اس کا ثمر حاصل کرنے کی بجائے قومی دولت کو ضائع کیا جا رہا ہے۔ سماجی بہبود کے اداروں کے ذریعے مستحقین کے علاج معالجے، بحالی، تعلیم و تربیت اور امداد میں دی جانے والی رقم بہت ہی کم ہے۔ انتظامیہ کے مطابق

سیلاب، زلزلے، خشک سالی اور حادثات سے متاثر ہونے والے افراد کو اب تک ۲ کروڑ ۲۲ لاکھ ۸۰ ہزار ۵۲۵ روپے، فاطمید فاؤنڈیشن کراچی کو ۲ لاکھ ۳۰ ہزار ۹۲۰ روپے، فوجی فاؤنڈیشن مرکز برائے مصنوعی اعضاء راولپنڈی کو ۷۰ ہزار ۶۸۴ روپے، میری ایڈ اینڈ لیپر یسی سینٹر کراچی کو ایک لاکھ ۹۳ روپے، نوری اسپتال اسلام آباد کو ۲۰ ہزار ۵۸۱ روپے، پاکستان انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز اسلام آباد کو ۲۰ ہزار ۹۹ روپے، الشفاء ٹرسٹ راولپنڈی کو ایک لاکھ ۵۰ ہزار ۱۴۴ روپے، رحمت اللہ آنکھوں کے اسپتال کو ۴۰ ہزار ۸۸۰ روپے، قومی سطح کے دیگر صحت کے اداروں کو تین لاکھ سات ہزار ۶۷۷ روپے، مستحقین کو گھروں کی ملکیت کی بنیاد پر تعمیر کیلئے چھیاسی لاکھ ۲۰ ہزار ۷۹۷ روپے، اس طرح یہ رقم تین کروڑ ۳۰ لاکھ ۵۰ ہزار ۶۳۸ روپے بنتی ہے۔ جو ان اداروں کی ضرورت کے پیش نظر بہت ہی کم ہے۔ اس صورتحال کا اس بات سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ۳۹ ہزار زکوۃ کمیٹیوں میں تقریباً ڈھائی لاکھ افراد بقول انتظامیہ کے رضاکارانہ طور پر کام کرتے ہیں۔ ان میں یہ لوگ اگر ۲ ہزار روپے فی کس سالانہ بھی خرچ کریں تو یہ رقم ۵۰ کروڑ روپے تک پہنچ جاتی ہے۔ ان اعداد و شمار کا حوالہ دیتے ہوئے انتظامیہ کا کہنا ہے کہ ایک طرف جہاں مستحقین زکوۃ کو وسیع پیمانے پر امداد مہیا کی گئی ہے وہاں ان کے اقتصادی مسائل کو بھی حل کرنے میں نظام زکوۃ نے بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ انتظامیہ نے اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ نظام اللہ تعالیٰ کے احکامات پر مبنی نقائص سے پاک نظام ہے۔ لیکن چونکہ اس کا انتظام و انصرام بندوں کے ہاتھ میں ہے اس لئے اس میں نقائص کا ہونا بعید از قیاس نہیں اس سلسلے میں مختلف اوقات میں ایسی کمیٹیاں بنائی گئی ہیں جو اس کے نقائص کو دور کریں، یا وقتاً فوقتاً ہونے والی بدعنوانیوں کا ازالہ کرسکیں۔ گزشتہ دنوں میں محمد یاسین خان وٹو ممبر قومی اسمبلی کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جس نے اپنی سفارشات بھی پیش کردی ہیں۔ کابینہ نے ان کی منظوری بھی دے دی ہے اور انتظامیہ کے مطابق ان سفارشات پر قانون سازی بھی ہو رہی ہے۔

سفارشات درج ذیل ہیں:۔

۱......بینکوں کی معرفت تقسیم زکوۃ،

۲......ضلع کی سطح پر انتظامی سہولتیں مثلاً ضلعی زکوۃ افسر کا تعین، نگرانی اور معائنہ کیلئے عملہ، ٹرانسپورٹ وغیرہ کی سہولت۔

۳......صوبائی زکوۃ کونسل میں توسیع، صحت اور تعلیم کے سیکریٹری کی شمولیت۔

٤......تحصیل زکوۃ کمیٹی کا خاتمہ، کیونکہ تجربے نے یہ بتایا ہے کہ کمیٹیاں فعال کردار ادا نہیں کرسکیں۔

۵......مقامی زکوۃ کمیٹیوں کے دائرہ کار کو مستحقین کی نشاندہی تک محدود کرنا۔

٦......قانون میں ایسی گنجائش جس کے تحت زکوۃ کی رقم خورد برد کرنے والوں کو سزا دلوائی جا سکے۔

معلوم ہوا کہ حکومت کے اندر پیدا گیر مافیا اس رپورٹ پر عمل درآمد کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور اسکی کوشش ہے کہ اس رپورٹ پر کبھی عمل درآمد نہ ہو۔ یہ نظام اسی طرح چلتا رہے اور ناکام ہو جائے۔ بظاہر تو اس نظام کو سیاسی آلائشوں سے پاک رکھنے کے اب تک دعوے کیے جا رہے ہیں لیکن صورتِ حال بالکل اس کے برعکس ہے کہ یہاں اور قصبوں میں ابھی حال میں زکوٰۃ کمیٹیوں کے انتخاب ہوئے ہیں۔ ان میں مساجد کے اندر کئی قتل تک ہوئے ہیں اور بے شمار کیسز عدالتوں میں ہیں۔ اس سلسلے میں دنگا فساد آئے دن کا معمول ہے۔ علاقوں کے ایم این اے، ایم پی اے یہاں تک کہ کونسلرز حضرات تک اپنی مرضی سے ناظمین زکوٰۃ منتخب کرواتے ہیں تاکہ اپنی مرضی کے لوگوں کو زکوٰۃ کی رقم دلوا کر اپنے ووٹ مضبوط کر سکیں۔ اگرچہ اس کیلئے ایک لولا لنگڑا قانون موجود ہے کہ اگر کسی منتخب ناظم زکوٰۃ کی سیاسی وابستگی ثابت ہو جائے تو اسے عہدے سے الگ کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے باوجود عملاً ایسا نہیں ہوا۔ انتظامیہ کے دفتروں میں چیئرمینوں کے خلاف بدعنوانیوں کی درخواستوں کے انبار لگے ہوئے ہیں لیکن کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ جگہ جگہ سر پھٹول، مقصات، کچہری روز کا معمول بن کر رہ گیا ہے۔ سماجی اور سیاسی حلقوں کا کہنا ہے کہ مرحوم صدر ضیاء الحق نے یہ نظام ایک متوازی سیاسی نظام کے طور پر رائج کیا تھا۔ جس میں انہوں نے قومی فنڈز رشوت کے طور پر دے کر اپنے حامی عاملین خرید لئے تھے اور اب تک صرف یہی لوگ مرحوم ضیاء الحق کے سیاسی حامیوں یا کارکنوں کا کام کیے جا رہے ہیں۔ ریفرنڈم اور غیر جماعتی انتخابات بھی اسی طرح کا متوازی سیاسی نظام تشکیل دینے کیلئے کرائے گئے تھے۔ انتظامیہ کا یہ کہنا کہ قانونی طور پر زکوٰۃ کمیٹیوں میں سیاسی افراد کی گنجائش نہیں، محل نظر ہے کیونکہ عملاً زکوٰۃ کمیٹیوں میں ایک فیصد بھی غیر سیاسی افراد نہیں اور آج کل کے زمانے میں ایسا ناممکن ہے۔ اب تو سرکاری دفتروں میں بھی کوئی شخص غیر سیاسی نہیں ملتا۔ بینکوں میں زکوٰۃ کی کٹوتی کے بارے میں بھی انتظامیہ کا موقف بہت کمزور ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ صاحبِ نصاب شخص چاہے اپنے مال کا کچھ حصہ ہی جمع کرائے اور یہ کہ ایک دن پہلے بھی جمع کرائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس صورتحال یہ ہے کہ لوگوں کی ماہانہ تنخواہ سے یا کسی دوسرے بینک سے لئے ہوئے قرض پر بھی زکوٰۃ کاٹ لی جاتی ہے۔

انتظامیہ کا کہنا ہے کہ جوں جوں عوام کا زکوٰۃ کے نظام پر اعتماد بحال ہوگا اس نظام میں بہتری پیدا ہوگی۔ جس کیلئے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ اس کے لئے مناسب قانون سازی اور دیگر انتظامات زیر عمل ہیں۔ انتظامیہ کا کہنا ہے کہ زیادہ تر شکایات زکوٰۃ کی رقم میں خورد برد سے متعلق ہیں، اس لئے زکوٰۃ وعشر آرڈیننس میں ترمیم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ترمیم کے بعد مستحقین میں گزارے کیلئے زکوٰۃ کی تقسیم بینکوں، ڈاک خانوں اور دیگر مالی اداروں کے وسیلے سے کی جائے گی۔ اس کیلئے مستحقین کو باقاعدہ پاس بک مہیا کی جائیں گی تاکہ زکوٰۃ کی تقسیم میں قومی سطح پر کی جانے والی دھاندلی کو روکا جاسکے اور دھاندلی کرنے والے افراد کو سزا دلوائی جاسکے۔ زکوٰۃ کمیٹیوں کے انتخابات میں سرکاری مشینری بڑے پیمانے پر مداخلت کرتی ہے اور حکومتی پارٹی کے پسندیدہ افراد کو منتخب کراتی ہے۔ جس سے اکثر دیہات میں ناخوشگوار واقعات رونما ہوتے ہیں۔ ۹۹ ہزار زکوٰۃ کمیٹیوں میں اکثر کے انتخابات نہیں ہوسکے، یا تعطل کا شکار ہوگئے ہیں۔ کیونکہ انتظامیہ کی پارٹی بازی کی وجہ سے اکثر جگہوں پر حکم امتناعی جاری ہوچکے ہیں۔ اس سلسلے میں انتظامیہ کا موقف ہے کہ سیاسی وابستگیوں والے افراد زکوٰۃ کمیٹیوں میں نہیں رہ سکتے لیکن عملاً ایسا نہیں ہے۔ انتظامیہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ دینی مدارس کی مد میں دی جانے والی رقم بھی دینی مدارس کو نہیں دی جارہی بلکہ ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے مستحق طلبہ کی مالی مدد کیلئے دی جارہی ہے۔ لیکن صورتحال اس کے برعکس ہے۔ یہ تمام رقم بھی دینی مدارس کے سربراہان اپنے اللوں تللوں پر خرچ کر رہے ہیں۔ انتظامیہ کا یہ کہنا بھی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم ایس او ایس ولیج، دارالامان جیسے اداروں کو نہیں دی جاسکتی، البتہ ان میں مستحقین موجود ہوں تو ان کو زکوٰۃ فنڈ سے مدد دی جاسکتی ہے گداگری کے خاتمے کے سلسلے میں انتظامیہ کا موقف ہے کہ اس لعنت کو ختم کرنے کیلئے مختلف ذرائع سے کوشش کی جارہی ہے، بہبود کے اداروں کے ذریعے مناسب تربیت سے روزگار کے حصول میں معاونت شامل ہے۔ (اخبار اعظم ۹۳-۴-۱۰)

زکوٰۃ کی وصولی میں کمی کیوں؟

رمضانُ المبارک ۱۹۹۶ء میں بینکوں سے زکوٰۃ کی کٹوتی کے ساتھ یہ خبر بھی سننے میں آئی کہ گزشتہ برسوں کے مقابلے میں زکوٰۃ کی وصولی میں خاصی کمی آئی ہے۔ اس کے اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے جناب اظہر حسن صدیقی نے لکھا، اس سال خلافِ معمول زکوٰۃ کی کٹوتی کے سلسلے میں کافی خاموشی رہی ہے۔ سوائے اس اطلاع کے کہ پہلی رمضان المبارک کو تمام بینک زکوٰۃ کی کٹوتی کیلئے بند رہیں گے۔ اس کے بعد ایک چھوٹی سی خبر اس سرخی کے ساتھ دیکھنے میں آئی 'زکوٰۃ کی مد میں دو ارب روپے کی کٹوتی'۔ اس خبر میں بتایا گیا ہے کہ ملک بھر میں بینکوں میں زکوٰۃ کی کٹوتی کا عمل مکمل ہوگیا ہے پاکستان بینکنگ کونسل کے ذرائع کے مطابق اس سال زکوٰۃ کی مد میں دو ارب روپے کی کٹوتی ہوئی ہے۔ ذرائع کے مطابق گزشتہ چار سالوں سے زکوٰۃ کی وصولی میں کمی دیکھنے میں آرہی ہے۔ اس خبر میں جو اہم باتیں نہیں بتائی گئیں ہیں وہ یہ ہیں کہ اس سال کتنی رقم بطور زکوٰۃ وصول ہوئی اور کتنے افراد یا اداروں سے وصول ہوئی اور ساتھ ہی اس کے مقابلے میں پچھلے سالوں کے مختلف اعداد و شمار بھی نہیں بتائے گئے ہیں۔ جن کے تقابل سے ان اسباب اور عوامل کا جائزہ لیا جاسکتا ہے جن کی وجہ سے خبر کے مطابق گزشتہ چار سالوں سے زکوٰۃ کی وصولی میں مسلسل کمی دیکھنے میں آرہی ہے۔

جب سے زکوٰۃ کی وصولیابی کا یہ طریقہ نافذ ہوا ہے ہر سال یوں ہوتا ہے کہ تمام بینک کے کھاتوں سے زکوٰۃ کی مد میں کٹوتی کیلئے ایک حد مقرر کردی جاتی ہے اور جن کھاتوں میں بھی اس سے زیادہ رقم جمع ہوتی ہے ان سے پہلی رمضان کو زکوٰۃ منہا کرلی جاتی ہے اور زکوٰۃ کی مد میں جمع کردی جاتی ہے۔ اس سال کیلئے یہ رقم چار ہزار تین سو روپے مقرر کی گئی ہے۔ جن کھاتوں میں اس سے کم رقم ہوگی ان کو زکوٰۃ منہا نہیں کی گئی ہوگی اور وہ اس کٹوتی سے مستثنٰی ہونگے۔ ملک میں ہر طرف دولت کی ریل پیل اس کا اظہار اور اس کی فراوانی دیکھتے ہوئے زکوٰۃ کی مد میں جمع کی جانے والی یہ رقم جس کا اعلان کیا گیا ہے، بہت ہی کم ہے اور اگر اس نظام میں اصلاحات کی جائیں تو اس سے کہیں زیادہ رقم ہر سال وصول کی جاسکتی ہے اور لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ مزید رقم جمع کرائیں، کھاتوں سے زکوٰۃ کی کٹوتی کے نظام میں سب سے بڑی خامی تو یہ ہے کہ زکوٰۃ کی کٹوتی پہلی رمضان المبارک کو جمع شدہ رقم سے کی جاتی ہے اس بات کا لحاظ کئے بغیر کہ یہ رقم کھاتے دار کے پاس سال بھر تک رہی ہے یا نہیں یا صرف دو تین روز پہلے ہی جمع ہوئی ہے۔ بعض اوقات تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی نے مکان بنوانے یا اور کسی ضرورت کیلئے کوئی قرضہ لیا ہوتا ہے اور اس سلسلے میں کسی قسط کی رقم کا چیک رمضان المبارک کے شروع ہونے سے دو چار روز پہلے ہی ملا ہوتا ہے لیکن اس پر سے بھی زکوٰۃ منہا کرلی جاتی ہے، جو عام حالات میں نہیں ہونی چاہئے اسی طرح سود سے ملنے والی مختلف رقموں سے بھی اگر وہ کھاتے دار کے کھاتے میں جمع ہیں تو زکوٰۃ کی کٹوتی ان سے بھی کرلی جاتی ہے۔ جن لوگوں کے کھاتوں سے زکوٰۃ منہا کی

جاتی ہے ان کو سب سے بڑا اعتراض اس سلسلہ میں یہ ہوتا ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ان کے پاس سے تو چلی جاتی ہے لیکن جن مستحقین عزیز و اقارب اور جان پہچان کے لوگوں اور اپنے آس پاس رہنے والوں کی وہ زکوٰۃ کی مد سے مدد کرنا چاہتے ہیں ان کو کہاں سے دیں اور کس طرح ان کی مدد کریں۔ یہ بات بھی بہت ضروری ہے اور اس کا اہتمام بھی ہونا چاہیے کہ آج کل رائج اصطلاح کے مطابق مستحقین تک زکوٰۃ پہنچنے کا ایک مکمل اور شفاف نظام ہوتا ہے کہ لوگوں کو یہ یقین ہو کہ ان کی دی ہوئی رقم صحیح لوگوں تک پہنچ رہی ہے۔ موجودہ نظام کی خامیوں کی وجہ سے بہت سے لوگ اس طرح کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کو پوری زکوٰۃ نہ دینی پڑے ان میں سے دو طریقے جو بہت استعمال ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ رمضان المبارک سے کچھ روز پہلے کھاتوں سے ایک بڑی رقم نکلوالی جائے اور پھر کٹوتی ہونے کے بعد دوبارہ جمع کردی جائے تاکہ اس پر زکوٰۃ نہ کاٹی جائے۔ جبکہ بعض لوگ فقہ کا غلط اعلان کر کے بھی اپنے کھاتوں کو زکوٰۃ کی کٹوتی سے محفوظ کرا لیتے ہیں۔ ہمارے ہاں بہت سے لوگوں کو یہ بھی غلط فہمی ہے کہ زکوٰۃ کے نظام کے ہوتے ہوئے ان پر کسی اور قسم کا ٹیکس قطعی نہیں لگنا چاہیے، خاص طور پر دولت ٹیکس اور انکم ٹیکس اور وہ اپنے آپ کو اس بات پر حق بجانب سمجھتے ہیں کہ جہاں تک ہوسکے اپنے سرمایہ کو ان ٹیکسوں سے محفوظ رکھیں حالانکہ زکوٰۃ ایک مذہبی فریضہ ہے جس کی ادائیگی ہر صاحب نصاب کیلئے ضروری ہے اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ زکوٰۃ کے ذریعے وصول کی جانے والی رقم صرف مخصوص اور مقررہ کردہ مد میں ہی خرچ کی جاسکتی ہے جبکہ حکومت کو اپنے مختلف فرائض ادا کرنے اور سلطنت کے ضروری کاموں کیلئے ایک کثیر رقم درکار ہوتی ہے اور ان تمام کاموں پر زکوٰۃ کی مد میں وصول کی جانے والی رقم خرچ نہیں کی جاسکتی ہے۔ انگریز کے بنائے ہوئے مالیاتی نظام خصوصاً ٹیکسوں کے نوآبادیاتی نظام نے جس میں حلال و حرام کی تمیز نہیں تھی ماحول ایسا کر دیا ہے کہ لوگ صحیح طور پر ٹیکس اور کوئی بھی رقم حکومت کو ذرا مشکل سے ہی دیتے ہیں اور پھر جب رقم زیادہ ہو تو عادتاً ہر جگہ ہی ہیرا پھیری سے کام لیتے ہیں، اس سلسلے کا ایک دلچسپ کیس ہماری بھی نظر سے گزرا ہے۔ مارشل لاء کے دور میں چھپائی ہوئی آمدنی کے گوشواروں میں ایک ایسا بھی گوشوارہ داخل کیا گیا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ ایک کثیر رقم سے بینک میں کھاتہ کھولا گیا تھا جس کو زکوٰۃ فنڈ کا نام دیا گیا تھا جمع کی گئی رقم سے جتنی بھی سود کی آمدنی ہوئی تھی وہ سب زکوٰۃ میں جاتی تھی قطع نظر اس بات کے کہ ان پر کتنی زکوٰۃ واجب الادا ہوتی اور اس کی کل رقم کتنی بنتی ہے۔

ہمارے ملک میں نہ تو صاحبِ نصاب لوگوں کی کمی ہے اور نہ زکوٰۃ دینے والوں کی۔ آج بھی ملک میں جگہ جگہ کتنے ہی بڑے بڑے ادارے صرف انہی لوگوں کی خیرات، زکوٰۃ اور صدقات کی وجہ سے چل رہے ہیں۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو ٹیکس تو پورے نہیں دیتے مگر دیگر مدوں میں دل کھول کر عطیات دیتے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ مالیاتی نظام میں تبدیلیاں کی جائیں جو ایماندار لوگوں کو بے ایمان بننے پر مجبور نہ کریں اور ان کا حکومتی اداروں پر اعتماد بھی بحال کریں کہ ان کی دی ہوئی رقم کا استعمال صحیح طور پر ہوگا۔ یہ اسلامی نظام کی ہی برکت تھی کہ اسلامی تاریخ میں ایک دور ایسا بھی گزرا ہے کہ جب زکوٰۃ دینے والوں کو زکوٰۃ لینے والے بڑی مشکل سے ملتے تھے۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۲ فروری ۱۹۹۶ء)

زکوٰۃ کی وصولی میں کمی کے اسباب میں سے ایک نمایاں سبب عوام کا سرکاری زکوٰۃ مشینری پر عدم اعتماد ہے اور یہ عدم اعتماد زکوٰۃ کی رقوم میں بڑے پیمانہ پر ہونے والا خورد برد اور مستحقین تک اس کے نہ پہنچنے کا معاملہ ہے۔ اس سلسلے میں متعدد مرتبہ اخبارات وجرائد، اہل علم ودانش اور ملک کے بعض دینی سیاسی زعماء نے بھرپور توجہ دلائی۔ ہم ذیل میں بعض اخبارات کے اداریے اور بعض خبروں کے تراشے پیش کرتے ہیں۔ جن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کے معاملات میں کس قدر ناہمواری پائی جاتی ہے اور یہ کہ ملک کا پڑھا لکھا طبقہ اس سلسلے میں کس قدر غیر مطمئن ہے۔

ادارایہ روزنامہ جنگ

شرعی نقطۂ نگاہ سے زکوٰۃ اسی رقم پر واجب الادا ہوتی ہے جو مسلسل ایک سال تک بینکوں کی تحویل میں رہے۔ لیکن عملاً ہوتا یہ ہے کہ اگر کوئی رقم زکوٰۃ کی کٹوتی سے ایک دن پہلے بھی کسی سیونگ اکاؤنٹ میں جمع کی جائے تو اس پر بھی زکوٰۃ کاٹ لی جاتی ہے۔ اگر یہ طریقہ کار مذہبی نقطۂ نگاہ سے دُرست ہے تو پھر کوئی مذائقہ نہیں لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو زکوٰۃ کے نام پر جو ارکان اسلام میں شامل ہے اس قسم کی کاروائی کا کوئی شرعی جواز نہیں اور ہمیں توقع ہے کہ بینکنگ کونسل اس بارے میں وفاقی شرعی عدالت سے ہدایت اور آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کرے گی لیکن بینکوں میں فکسڈ ڈپازٹ پر زکوٰۃ کی وصولیابی کا موجودہ سلسلہ تو بالکل ہی ناقص اور غیر شرعی ہے۔ مثال کے طور پر فکسڈ ڈپازٹ پر چھٹے ماہ منافع کی وصولیابی کے موقع پر اصل سرمایہ ڈھائی فیصد کی رقم زکوٰۃ کے بجائے پانچ فیصد سالانہ کے حساب سے رقم وصول کی جارہی ہے اور تین ماہ کے ٹائم ڈپازٹ پر ہر تیسرے ماہ ڈھائی فیصد کے حساب سے کٹوتی کا مطلب یہ ہے کہ اصل رقم پر دس فیصد کے حساب سے رقم وصول کی جارہی ہے۔ حالانکہ شریعت کے مطابق سال میں صرف ایک مرتبہ ہی ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ وصول ہونا چاہیے۔ اگر بینکنگ کونسل اس ضمن میں بینکوں سے زکوٰۃ کے حوالے سے دریافت کرے تو ساری صورتحال خود بخود واضح ہو جائے گی۔ ہمارے خیال میں زکوٰۃ کے نام پر ہر چھ ماہ بعد یا ہر تین ماہ بعد اصل سرمایہ سے ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ کی کٹوتی کا مطلب یہ ہے کہ لوگ بینکوں میں فکسڈ ڈپازٹ اسکیم کے تحت سرمایہ کاری سے احتراز کریں اور اسکیم میں لگائے جانے والے سرمایہ کو واپس لے لیں۔ جس سے ملک کا بینک کاری نظام بھی متاثر ہوسکتا ہے۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۱۹۸۳-۹-۱۸)

زکوٰۃ کی تقسیم میں بد عنوانیاں

سندھ اسمبلی کے وقفہ سوالات کے دوران اس وقت کے صوبائی وزیر کی وضاحت:۔

درختوں کے پکنے کی مدت کافی حد تک مختلف ہوتی ہے ایک اور سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ عشر کی رقوم مقامی زکوٰۃ کمیٹی کے دائرہ کار میں صرف کی جاتی ہیں جہاں یہ وصول کی جاتی ہیں اور مقامی زکوٰۃ فنڈ میں جمع کردی جاتی ہیں۔ اس محکمہ کا دیگر محصولات کی وصلی وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہوں نے اس بات کی تردید کی کہ طلباء میں زکوٰۃ کی تقسیم کیلئے کوئی کمیٹی مقرر نہیں کی جارہی ہے۔ صوبائی وزیر نے کہا کہ بعض جگہوں پر زکوٰۃ کی خورد برد اور ناجائز استعمال کی شکایت موصول ہوئی ہیں۔ زکوٰۃ وعشر کی رقم کا خورد برد اور ناجائز استعمال کے اب تک ۸۸ واقعات کا پتا لگایا گیا جن میں ۳۱ واقعات کی رپورٹ محکمہ انسداد رشوت ستانی کو کردی گئی ہے۔ ۵۱ معاملات میں مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے صدور کو صدارت سے برطرف کردیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سندھ صوبائی انتظامیہ برائے زکوٰۃ کی جانب سے سندھ میں ضلعی زکوٰۃ وعشر کمیٹیوں کے صدر اور ڈپٹی کمشنروں کو وقتاً فوقتاً ہدایات جاری کی گئی ہیں کہ جہاں کہیں زکوٰۃ وعشر کی رقوم کی خورد برد و ناجائز استعمال کا پتا چلے متعلقہ زکوٰۃ وعشر کمیٹیوں کے حدود کو صدارت سے برطرف کردیا جائے اور اسی طرح جہاں کہیں مقامی زکوٰۃ وعشر کمیٹیوں کے اراکین زکوٰۃ وعشر کی رقوم کی خورد برد یا ناجائز استعمال میں ملوث پائے جائیں انہیں بھی رکنیت سے خارج کردیا جائے، کسی جگہ معمولی رقم خورد برد کی گئی ہو تو وہ متعلقہ صدر سے وصول کی جاسکتی ہے اور زکوٰۃ وعشر کی رقوم کی واضح خورد برد کی صورت میں یہ معاملہ محکمہ وانسداد رشوت ستانی کے سپرد کردیا جائے اس ضمن میں محکمہ انسداد رشوت ستانی کو پیش کئے گئے ایسے مقدمات اینٹی کرپشن کمیٹی نمبر ۱ اور کمیٹی نمبر ۲ کی جانب سے زیر بحث لائے گئے اور ان مقدمات کے اندراج کا فیصلہ کیا گیا۔ سیّد محمد امداد شاہ کے سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ زکوٰۃ وعشر کے ہنگامی قانون مسودہ ۱۹۸۰ء کی دفعات کے مطابق زکوٰۃ کی رقوم کی تقسیم کیلئے مقامی زکوٰۃ وعشر کی کمیٹیوں کو اختیارات تفویض کئے گئے۔ (روزنامہ جسارت ۸۵۔۱۰۔۲۴)

زکوٰۃ فنڈ کا اربوں روپیہ کہاں جا رہا ہے ؟

ایک مراسلہ نگار نے اس ناخوشگوار حقیقت کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے کہ اگرچہ نظام زکوٰۃ نافذ ہوئے کئی برس گزر چکے ہیں اور زکوٰۃ فنڈ میں ہر سال کم وبیش ڈھائی ارب روپے جمع ہوتے آرہے ہیں مگر اس وقت بھی کراچی سے لے کر پشاور تک ہر جگہ معذور ولاچار افراد اپنی گزر بسر کیلئے سڑکوں پر، بازاروں اور گلی کوچوں میں خیرات مانگنے کی زحمت اُٹھانے پر مجبور نظر آتے ہیں۔

فاضل مراسلہ نگار نے سوال اُٹھایا ہے کہ جب زکوٰۃ کی وصولی کے باوجود نابیناؤں اور اپاہجوں جیسے قابل رحم ہم وطنوں کی کفالت کا بھی انتظام نہیں کیا جاسکتا ہے تو پھر نئی نسل کو اس بات کا قائل کرنا کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ نظام زکوٰۃ کی برکتیں معاشرے سے غربت وافلاس کو ختم کرسکتی ہیں؟ ہم بھی اس معقول سوال کا کوئی مدلل جواب چاہتے ہیں اور متعلقہ حلقوں سے یہ استفسار کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ زکوٰۃ فنڈ کا اربوں روپیہ آخر کہاں جارہا ہے؟ (روزنامہ جدت پشاور ۱۹۸۵-۱۲-۱۰)

زکوٰۃ فنڈ اور گداگری کا انسداد

مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ کے ایک ترجمان نے بتایا ہے کہ گزشتہ پانچ برسوں میں ۳ ارب ۷۵ کروڑ کی زکوٰۃ مستحقین میں تقسیم کی گئی۔ مجموعی طور پر کل رقم کا پچاس فیصد اداروں اور دینی مدارس کو دیئے جانے والے وظائف کی صورت میں استعمال کیا۔ ترجمان نے یہ بھی بتایا کہ کونسل مستحق افراد کی بحالی اور گداگری کی لعنت کے خاتمہ کیلئے زکوٰۃ کے مفید استعمال کے مزید طریقے تلاش کر رہی ہے۔ ادائیگی زکوٰۃ کی اسلام کے بنیادی ارکان میں شمولیت ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی معاشرہ میں بسنے والے مفلس، بے یار و مددگار اور کمزور افراد کی بحالی اسلامی معاشرہ کی اجتماعی ذمہ داری کا درجہ رکھتی ہے اور انہیں نظر انداز کرنے کا تصور بھی ایک معاشرتی، اخلاقی اور دینی جرم کی حیثیت رکھتا ہے۔ پاکستان میں نظام زکوٰۃ کے اجرا کے وقت بھی یہی مقصود و مطلوب حکومت کے پیش نظر تھا اور ہمیں خوشی ہے کہ اب تک اس مد میں کافی پیشرفت سامنے آچکی ہے۔ تاہم اس حقیقت کا بھی اعتراف کیا جانا چاہیئے کہ گداگری کے انسداد کے سلسلے میں تاحال کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں ہوسکی۔ تمام بڑے بڑے شہروں میں بھکاریوں کی فوج کی فوج بھیک مانگتی نظر آتی ہے۔ خاص طور پر کراچی میں تو کوئی چوک، کوئی بازار، اسٹیشن، اڈہ یا پارک حتیٰ کہ بین الاقوامی ہوائی اڈہ تک بھکاریوں کی دست برد سے محفوظ نہیں۔ صوبائی سطح پر بھی گداگری کے خاتمہ کیلئے کئی بار یقین دہانیاں کرائی جاچکی ہیں۔ لیکن عملاً صورتحال روز بروز بدتر ہوتی نظر آتی ہے۔ اور شہر میں قدم قدم پر بھیک مانگنے والوں کے ہجوم ان حکومتی تدابیر کا منہ چڑاتے نظر آتے ہیں۔ جبکہ مرکزی زکوٰۃ کونسل کی طرف سے شائع کردہ اعداد و شمار کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر صحیح منصوبہ بندی سے کام لیا جائے تو گداگری کے مسئلہ پر قابو پانا زیادہ مشکل نہیں ہوسکتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے سنجیدگی سے اقدامات کرنے پر آمادہ ہوجائے۔ (روزنامہ جنگ ۱۹۸۶-۲-۱۱)

زکوٰۃ و عشر میں خورد برد

صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے ساہیوال میں زکوٰۃ وعشر کمیٹیوں کے ارکان سے خطاب کرتے ہوئے کہا، اس قسم کی اطلاعات مل رہی ہیں کہ زکوٰۃ وعشر کی رقوم صحیح طریقہ سے استعمال نہیں ہو رہی ہیں یا تو خورد برد کی جارہی ہیں یا یہ رقوم اپنے منظور نظر افراد اور عزیز واقارب میں تقسیم کی جارہی ہیں۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی مسلمان زکوٰۃ کی رقم میں گڑ بڑ کر سکتا ہے۔

صدر مملکت کی یہ معلومات یہ تاثرات اور یہ تجزیہ نوے فیصد درست ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ زکوٰۃ وعشر کی مد میں وصول ہونے والے کروڑوں روپے خورد برد ہو رہے ہیں۔ زکوٰۃ کمیٹیوں کے ارکان واقعی اپنے منظور نظر اور عزیزوں ہی کو زیادہ مستحق سمجھتے ہیں۔ بعض مقامات پر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کمیٹیوں کے ارکان اپنے علاقہ کی رقم خود وصول کر کے بعد میں تقسیم کی فرد ریکارڈ کے ساتھ شامل کرا دیتے ہیں۔ عشر کی قائمی میں بھی دھاندلیاں کی جاتی ہیں۔ با اثر افراد سے رعایت کی جاتی ہے، غریب کاشتکاروں سے زیادہ ستانی کر کے وصولی کا مقررہ ہدف پورا کر لیا جاتا ہے۔

اعداد و شمار کے مطابق زکوٰۃ فنڈ میں بینکوں نے تقریباً چھ ارب روپے وصول کئے۔ جن میں سے سوا چار ارب روپے مرکزی زکوٰۃ فنڈ سے صوبوں کو تقسیم کئے گئے۔ عشر کی رقوم اس کے علاوہ ہیں۔ اتنی بڑی رقم اگر مستحقین میں تقسیم ہوتی تو آج سڑکوں وگلی کوچوں میں گداگروں کی فوج ظفر موج نظر نہ آتی۔ ایک اچھا خاصا نظام زکوٰۃ کمیٹیوں کے ارکان کی غلط کاریوں کی بدولت بدنام ہو رہا ہے۔ صدر مملکت کا یہ کہنا بجا کہ انہیں یقین نہیں آرہا کہ کوئی مسلمان زکوٰۃ کی تقسیم میں گڑ بڑ کر سکتا ہے، صدر مملکت کی یہ حیرت ہمارے لئے تعجب انگیز ہے۔ اگر پاکستان کے مسلمان دو قومی نظریہ کا نعرہ لگا کر علیحدہ وطن حاصل کر کے نفاذ اسلام سے انکار کر سکتے ہیں۔

پاکستان کے جو مسلمان تقسیم سے پہلے ہندو کی سود خوری کے شکوہ سنج تھے اگر آج وہ خود سود خور بن گئے ہیں، اگر پاکستان میں فواحش عام ہیں، شراب نوشی میں اضافہ ہو رہا ہے اور اگر حکومت پاکستان کو اسلامی فقہ کے مطابق قانون شفعہ پاس کرنے کے بعد اسے قائم کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہو سکتی تو پھر زکوٰۃ وعشر کی رقوم میں خورد برد اور اس سے اقربا نواز تعجب انگیز نہیں ہو سکتی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ زکوٰۃ کی تقسیم کا منصفانہ نظام وضع کیا جائے۔ جہاں کوئی شکایت موصول ہو اس کی فوری تحقیقات کر کے ذمہ دار افراد کو نہ صرف تقسیم زکوٰۃ کے فریضہ سے آزاد کیا جائے، بلکہ ان پر جرمانہ بھی عائد کئے جائیں۔ اس کے بغیر اصلاح احوال ممکن نہیں ہوگی۔ (روزنامہ کائنات بہاولپور ۱۹ مارچ ۱۹۸۶ء)

نظام زکوٰۃ و عشر کی خرابیاں

وفاقی وزیر خزانہ میاں محمد یٰسین خان وٹو نے زکوٰۃ و عشر کے موجودہ نظام کا جائزہ لینے کیلئے ۱۹ رکنی کمیٹی کے قیام کا اعلان کیا جو اس نظام میں موجود خامیوں اور خرابیوں کا جائزہ لے کر بہتری کیلئے اقدامات تجویز کرے گی۔ وفاقی وزیر خزانہ نے گزشتہ روز ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے تسلیم کیا کہ زکوٰۃ فنڈ کے غلط استعمال اور تقسیم کی شکایات موصول ہوتی ہیں۔ یہ شکایت بھی ملی ہیں کہ بااثر زمینداروں پر غلط اور کم عشر عائد کیا گیا۔ مذہب اور فقہ کی بنیاد پر لازمی زکوٰۃ کی کٹوتی سے مستثنیٰ قرار دیئے جانے کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔ پھر یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ اتنے برسوں سے زکوٰۃ کا نظام رائج ہے مگر گداگری کی تعداد میں کوئی کمی نہیں آئی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان شکایات میں سے کوئی ایسی نہیں جسے بیجا یا محض مفروضہ پر مبنی قرار دیا جائے۔ سیدھی بات تو یہ ہے کہ یہ نظام جو اسلامی فلاحی مملکت کی بنیاد اور معیشت کی اساس ہے۔ اس کو چلانے کیلئے جس مشینری کا انتخاب کیا گیا اس میں بہت کم مخلص اور دیانتدار افراد ملیں گے۔ یہ بددیانتی نظام زکوٰۃ و عشر کو دانستہ ناکام کر کے ملک میں نفاذ اسلام کی راہ روکنے کیلئے ہو یا اپنا گھر بھرنے کیلئے دونوں صورتوں میں حکومت پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ آئے دن یہ خبریں ملتی رہتی ہیں کہ زکوٰۃ و عشر کمیٹیوں کے عہدیدار فنڈ لے کر غائب ہو گئے یا اپنے استعمال میں لے آئے۔ وگرنہ کیا وجہ ہے کہ اس نظام کے تحت بہت بڑی بڑی رقمیں جمع ہونے کے باوجود مستحقین آج بھی بے یار و مددگار ہیں اور سڑکوں، بازاروں میں گداگروں کی فوج دندنا رہی ہے۔ ہمیں آئے دن ایسے خطوط ملتے رہتے ہیں جس میں استفسار ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی رقم آ کر آخر کہاں جا رہی ہے اور مستحقین کو کیوں نہیں مل رہی۔ ہو سکتا ہے کہ حکومت زکوٰۃ فنڈ کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال نہ کر رہی ہو، لیکن یہ بھی کھلی حقیقت ہے کہ اصل مقصد کیلئے بھی استعمال نہیں کیا جا رہا، ستم ظریفی یہ ہے کہ مستحقین کو امداد کے طور پر اتنی معمولی رقم دی جاتی ہے کہ جس میں چند دن ہی گزارہ کیا جا سکتا ہے۔ اس سے اعداد و شمار تو بہت شاندار ہو جاتے ہیں اور کہہ دیا جاتا ہے کہ اتنے زیادہ مستحقین کو امداد دی گئی لیکن عملاً یہ امداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کسی بھی نظام کو صحیح طور پر چلانے کیلئے دیانتدار افراد کا انتخاب لازمی ہے ہمارے ملک میں یہ جنس نایاب نہیں لیکن بدقسمتی سے ہر نظام میں ایسے لوگ آ جاتے ہیں جن میں دیانت کا فقدان صاف نظر آتا ہے۔ اس بنا پر اچھے سے اچھا مفاد پرستی کی نذر ہو جاتا ہے۔ غنیمت ہے کہ حکومت نے نظام زکوٰۃ و عشر میں خرابیوں کا احساس تو کیا اور اس کو بہتر بنانے پر توجہ دی۔ اُمید ہے کہ ۱۹ رکنی جائزہ کمیٹی ایسی تجاویز پیش کرے گی جن کی مدد سے اس نظام کی افادیت روشن کی جا سکے گی۔ (روزنامہ جسارت ۷۔۱۹۸۷۔۱۔۵)

زکوٰۃ کمیٹیوں میں سیاسی تقرریاں

بعض اخبارات اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت زکوٰۃ اور عشر کمیٹیوں کیلئے برسر اقتدار جماعت کے کارکنوں اور عہدیداروں کو مقرر کرنے کی تجویز پر غور کر رہی ہے زکوٰۃ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے اور اس کی وصولی اور تقسیم ایک مقدس اور اہم دینی فریضہ ہے اور اس کا مقصد مستحق فرد کی مالی امداد اور ریاست میں دولت کے ارتکاز کو روکنا ہے، لہٰذا ایسے کام کیلئے ایسے دیانتدار اور صاحب کردار افراد کی تقرری کی جاتی ہے جن پر معاشرے کے تمام طبقات کو اعتماد ہو اور ان پر ان کے مخالفین بھی اُنگلی نہ اُٹھا سکیں لیکن مذکورہ خبر کے مطابق زکوٰۃ کی تقسیم کیلئے سیاسی لوگوں کی تقرری سے یہ عمل ابتدا ہی سے شکوک و شبہات کو جنم دیتا ہے یہ بات ناقابل فہم ہے کہ حکومت ایسی تجویز پر کیوں غور کر رہی ہے حالانکہ پہلی زکوٰۃ کمیٹیاں اسلئے ختم کی گئی تھیں کہ ان میں بدعنوانیوں اور غبن کی اطلاعات ملی تھیں۔ اب اگر پھر سیاسی بنیادوں پر تقرریاں ہوتی ہیں تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آئندہ بھی پرانی خرابیاں جنم نہیں لیں گی حکمران جماعت سے تعلق نہ رکھنے والے لوگ بھی مطمئن نہیں ہوں گے۔ سیدھی بات ہے کہ اگر یہ اقدام پہلے درست نہ تھا تو اب اسے کیسے صحیح تسلیم کیا جائے گا البتہ اگر اس کے بغیر چارہ نہیں ہے تو پھر سرے سے زکوٰۃ کمیٹیاں ہی ختم کر دی جائیں، لوگ خود ہی دینی فریضہ سمجھتے ہوئے نجی طور پر زکوٰۃ تقسیم کر دیا کریں اس سے کم از کم زکوٰۃ ادا کرنے والے تو مطمئن ہو جائیں گے کہ ان کی ادا کردہ زکوٰۃ سیاسی پسند ناپسند میں ضائع ہونے کی بجائے صحیح اور مستحق افراد تک پہنچ رہی ہے۔ (روزنامہ جنگ ۹۳-۱-۱۰)

بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی کٹوتی شریعت کے مطابق نہیں (کوثر نیازی)

اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئر مین مولانا کوثر نیازی نے کہا ہے کہ بینکوں کے ذریعے زکوۃ کی کٹوتی کا نظام ناقص ہے اور شریعت کے مطابق نہیں ہے علاوہ ازیں گستاخیٔ رسول پر سزا کے قانون میں بھی نقائص موجود ہیں۔ اس لئے اسلامی نظریاتی کونسل اپنی آئینی تشکیل مکمل ہوتے ہی اپنے پہلے اجلاس میں اس پر غور کرے گی۔

میں خود یہ محسوس کرتا ہوں کہ بینکوں میں زکوۃ کی کٹوتی کا نظام ناقص ہے اور شریعت کے مطابق نہیں، نیز زکوۃ کو سوسائٹی میں ایک مستقل (Beggers Class) بنانے میں استعمال کیا جا رہا ہے اور اس کو کسی ایسے اجتماعی یا مستقل فلاحی منصوبے کیلئے استعمال نہیں کیا جا رہا جس سے بیواؤں، یتیموں اور غرباء کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا موقع فراہم کیا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ اس پر بھی کونسل اپنی سفارشات مرتب کرے گی۔ (روزنامہ جسارت ۹۴-۲-۲۷)

زکوٰۃ دینے والوں کا حکومت پر عدم اطمینان

زکوۃ کی کٹوتی سے بچنے کیلئے گزشتہ روز لوگوں نے کروڑوں روپے پے آرڈر، ڈرافٹ اور کیش کی صورت میں نکلوائے، جس کیلئے بینکوں میں اکاؤنٹ ہولڈرز کا بے بہا ہجوم رہا۔ بینک ذرائع کے مطابق سال رواں کیلئے زکوۃ کا نصاب چار ہزار تین سو روپے مقرر کیا گیا ہے اور یہ زکوۃ یکم رمضان المبارک کو بینکوں کے سیونگ اور اسی طرح کے باقی دوسرے اکاؤنٹ میں سے کاٹی جاتی ہے۔ ہر سال جو لوگ زکوۃ کی کٹوتی نہیں کروانا چاہتے وہ رمضان سے ایک روز قبل بینکوں کو کنگال کر دیتے ہیں اور پھر دو روز بعد دوبارہ یہ رقوم بینکوں میں جمع کروا دی جاتی ہیں۔ انہی ذرائع نے بتایا کہ بعض مکاتب فکر زکوۃ کی کٹوتی سے مستثنٰی ہیں اور اگر وہ ایک بیان حلفی بینک کو جمع کروا دیں تو وہ اس کٹوتی کے ضمن میں نہیں آتے۔ رقوم نکلوانے والوں کا کہنا ہے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ حکومت زکوۃ کی اس رقم کو کہاں استعمال کرتی ہے۔ جبکہ ہم اپنی رقوم پر زکوۃ خود نکال کر اپنے ہاتھ سے مستحق افراد کو دیتے ہیں۔ (خبریں ۹۶-۱-۲۳)

حکمران ٹیکس اور زکوٰۃ کی آمدنی سے عیش کر رہے ہیں (نورانی)

ملی یکجہتی کونسل اور جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ فلاحی ریاست کا تذکرہ حکمرانوں کے بیانات میں تو ملتا ہے لیکن عملاً اس کا کہیں وجود نہیں۔ ظہور اسلام کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فلاحی ریاست قائم کی تھی جس میں مملکت کی پوری آمدنی عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کی جاتی تھی۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ ٹیکسوں کے علاوہ زکوٰۃ تک کی مد میں وصول ہونے والی رقوم حکمران تعیش پر خرچ کر رہے ہیں۔ (روزنامہ جسارت ۹۶-۲-۴)

زکوٰۃ کی وصولی و تقسیم کے نظام پر عدم اطمینان

گزشتہ صفحات میں ہم نے چند اخباری تراشوں کی مدد سے یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ سرکاری سطح پر زکوٰۃ کی وصولی و تقسیم کے نظام پر قوم نے عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ یہ تراشے ان سینکڑوں خبروں میں سے چند ایک ہیں جو آئے دن نظامِ زکوٰۃ میں پائی جانے والی خامیوں کے بارے میں اور زکوٰۃ فنڈ میں سے خورد برد کے حوالے سے شائع ہوتی رہتی ہیں۔

کیا بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کٹوانا شرعاً جائز ہے ؟

مندرجہ بالا حقائق کے پیش نظر مذہبی سمجھ بوجھ رکھنے والا ہر شخص یہ سوال کرتا نظر آتا ہے کہ اس قدر بے قاعدگیوں کے باوجود عوام کا بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کٹواتے رہنا جائز ہے یا نہیں؟ ہم نے اس مسئلہ کا شرعی حل تلاش کرنے کیلئے اس کے تمام پہلوؤں پر غور کیا تو ہمیں اس نظام میں حسب ذیل خامیاں محسوس ہوئیں:۔

۱...... بینک یکم رمضان المبارک کو کھاتہ داروں کے (Account Holders) کے کھاتے سے زکوٰۃ وضع کر لیتا ہے اور اس بات کا خیال نہیں کرتا کہ اکاؤنٹ میں موجود رقم پر حولان حول (سال بھر) گزرا ہے یا نہیں؟

۲...... بینک یہ بھی معلوم نہیں کرتا کہ اکاؤنٹ میں موجود رقم مالِ حلال ہے یا مالِ حرام؟

۳...... بینک کو اس سے بھی سروکار نہیں کہ کھاتہ دار کے کھاتے میں موجود رقم اس کی اپنی ہے یا کسی کی امانت؟

٤...... بینکوں کے ذریعے وضع کی گئی (کاٹی گئی) زکوٰۃ مرکزی کونسل کے اکاؤنٹ میں منتقل ہوجاتی ہے جہاں سے اس کی تقسیم کا عمل شروع ہوتا ہے اور اس میں متعدد بے قاعدگیاں پائی جاتی ہیں۔

۵...... تقسیم زکوٰۃ میں خورد برد کی خبریں عام ہیں۔

٦...... مالِ زکوٰۃ صحیح مصارف پر خرچ نہیں ہوتا۔

۷...... کھاتہ دار کی اجازت کے بغیر اس کے کھاتے سے زکوٰۃ منہا کر لی جاتی ہے۔

مندرجہ بالا خامیوں کی بناء پر سرکاری نظام وصولی و تقسیم زکوٰۃ پر عدم اعتماد ایک فطری بات ہے چنانچہ جب صورتحال یہ ہو کہ نہ تو زکوٰۃ کی کٹوتی کے وقت شرعی حدود و قیود کی پاسداری کی جاتی ہو، نہ اصل زر اور سود میں تفریق کی جاتی ہو، نہ تقسیم و صرف زکوٰۃ میں شرعی حدود کا لحاظ رکھا جاتا ہو اور اس پر مستزاد یہ کہ حکومت کے زیر تحویل زکوٰۃ فنڈ میں خورد برد کی داستانیں اخبارات کی زینت بنی رہتی ہوں۔ تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص اپنے اموال ظاہرہ و باطنہ کا خود حساب کر کے اپنی زکوٰۃ کی تشخیص خود کرے اور پوری زکوٰۃ شرعی حکم کے مطابق نکال کر شرعی مصارف پر صرف کرے اور بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی کٹوتی و ادائیگی سے اپنا دامن بچائے۔

بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی کٹوتی کیوں ناجائز ہے ؟

بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی کٹوتی کے ناجائز ہونے کی مذکورہ بالا عمومی وجوہات کے علاوہ مزید چند شرعی وجوہات کا تذکرہ کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے، جن کا اس مسئلہ سے براہِ راست تعلق ہے اور جو بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی کٹوتی کے ناجائز ہونے پر واضح دلیل ہے۔

۱......فقہ اسلامی کی رو سے 'اسلامی حکومت' کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ریاست کے صاحب نصاب افراد کے اموالِ ظاہرہ سے زکوٰۃ وصول کرے اور اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ کی ادائیگی کی ترغیب دے۔

پاکستان کی حکومت مسلمانوں کی حکومت تو ہے مگر اسے ایک خالص 'اسلامی حکومت' کہا جا سکتا ہے یا نہیں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ نجی محافل میں علماء کی اکثریت قیام پاکستان سے لے کر اب تک ہر حکومت کو غیر اسلامی ہی قرار دیتی رہی ہے۔ البتہ اسٹیج اور ممبر پر اس کا اظہار احتیاط و مصلحت کے خلاف سمجھا جاتا ہے، اگرچہ قلیل تعداد ایسے علماء کی بھی موجود ہے جو حکومتِ پاکستان کو برملا غیر اسلامی حکومت قرار دیتی ہے۔

چنانچہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک غیر اسلامی غیر شرعی حکومت کو زکوٰۃ کی وصولی و تقسیم کا اختیار کیونکر حاصل ہو سکتا ہے؟

۲......اگر حکومت کو اسلامی تصور کر بھی لیا جائے تو پھر مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت مسلمانوں کے 'اموالِ ظاہرہ' سے زکوٰۃ وصول کر سکتی ہے اموالِ باطنہ سے نہیں۔

جبکہ پاکستان میں اموالِ باطنہ سے زکوٰۃ کی جبری وصولی کا عمل جاری ہے جو خلافِ شریعت ہے، اس رسالے میں ہم نے نظامِ زکوٰۃ پر علماء کی جو آراء و تنقید پیش کی ہے اس میں علماء نے بینکوں میں موجود عوامی سرمایہ کو اموالِ ظاہرہ قرار دیا ہے اموالِ باطنہ نہیں کہا، جبکہ ہماری نظر میں یہ اموال' اموالِ باطنہ ہیں۔ کیونکہ بینکوں میں جمع کرائی جانے والی رقوم دراصل وہ ہیں جو لوگوں نے مستقبل کی ضروریات کے پیشِ نظر حفاظت سے رکھنے کیلئے بینکوں میں جمع کرائی ہوتی ہیں۔ اگر ہم ذرا دیر کو بینکوں سے پہلے کے زمانے کا تصور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس قسم کی رقم لوگ حفاظت کیلئے خفیہ مقامات پر زمین میں دبا دیا کرتے تھے اور ایسی رقوم یا ایسے اموال کا صرف مالک ہی کو علم ہوتا تھا۔ زکوٰۃ کی ادائیگی ایسے سرمایہ سے مالک اپنی مرضی سے کرتا تھا اور حکومت کو ایسے اموال کا علم نہ ہوتا نہ وہ کھوج کرید کرتی۔ آج مال کی حفاظت کے انداز بدل گئے ہیں اور حفاظتی ادارے بن گئے ہیں، اسلئے لوگ ان میں مال جمع کراتے ہیں اس سے مال کی حیثیت کیسے بدل جائے گی؟

۳......اموالِ باطنہ اگر حفاظت کی خاطر بطورِ امانت بینکوں میں رکھوائے جائیں یا بطورِ قرض بینکوں کو دیے جائیں۔ وہ اموالِ باطنہ ہی رہیں گے انہیں اموالِ ظاہرہ قرار دینا صحیح نہیں ہوگا۔ جبکہ اموالِ ظاہرہ وہ ہوتے ہیں جو چھپائے چھپ نہ سکیں، مثلاً اونٹوں، گائے، بھینسوں کے گلے، بکریوں کے ریوڑ، کھیتوں اور باغوں کی پیداوار، یا جدید دور کے اموالِ ظاہرہ جیسے کارخانوں کی کروڑوں روپے کی مشینری، کرایہ پر دی گئی بڑی بڑی عمارتیں، ٹرانسپورٹ کے کاروبار میں استعمال ہونے والی گاڑیاں، بحری اور ہوائی جہاز، زرعی آلات وغیرہ۔ (اگرچہ جدید دور کے ان اموالِ ظاہرہ پر علماء کے مابین زکوٰۃ کے واجب ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے)۔

ہمارے خیال میں بینکوں میں رکھوائی جانے والی رقوم اموالِ باطنہ ہیں اور اموالِ باطنہ سے زبردستی زکوٰۃ وصول کرنے کا 'اسلامی وشرعی حکومت' کو بھی اختیار نہیں، غیر اسلامی وغیر شرعی کو تو کیا ہوگا۔

٤......سودی کھاتوں میں جمع کرائی گئی رقوم پر سود وصول کرنے کی وجہ سے وہ رقوم مالِ حرام میں شامل ہو جائیں گی اور مالِ حرام سے زکوٰۃ کی ادائیگی ووصولی کا کوئی تصور اسلام میں نہیں پایا جاتا۔

۵......سودی کھاتوں میں رکھی گئی رقوم پر بینک ساڑھے سات فیصد سود ادا کرتا ہے اور کوئی نو فیصد اور کوئی پانچ فیصد، جبکہ ڈھائی فیصد زکوٰۃ وضع کر لی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ساڑھے سات فیصد سود دیکر بینک ڈھائی فیصد لے تو پھر بھی پانچ فیصد سود ملا اور ڈھائی فیصد سود زکوٰۃ کی مد میں کٹ کر مرکزی زکوٰۃ کونسل کے پاس چلا گیا جو کہنے کو تو زکوٰۃ ہے مگر دراصل سود ہے اور سودی رقم یا رقم پر ملنے والے سود سے (جو حرام ہے) زکوٰۃ کی ادائیگی کیسے ہو جائے گی؟ اور کیونکر جائز قرار پائے گی۔ یہ تو زکوٰۃ کا مذاق اُڑانے اور حکمِ الٰہی کی توہین کرنے کے مترادف ہے۔

٦......بینکوں میں رکھی گئی رقوم اگر بینکوں کے ذمہ قرض تصور کی جائیں کیونکہ بینک ان پر منافع (سود) دیتا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کھاتہ دار نے جب رقم بینک کو قرض دے دی تو وہ خود اس کا مالک نہ رہا اور رقم اسکی ملکیت میں نہ رہی۔ جب وہ مال کا مالک ہی نہیں تو سال گزرنے پر اس پر زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہوگی۔ ادائیگی ووصولی چہ معنی دارد؟ اور مقروض قرضدار کے مال سے زکوٰۃ نہ کسی کو دے سکتا ہے نہ خود منہا کر سکتا ہے۔ اِلّا باذنہ (جواہر الفتاویٰ، ج ۳ ص ۹۴)

۷...... اگر بینکوں میں رکھی گئی رقوم کو بینکوں پر قرض نہ مانیں بلکہ امانت تصور کریں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس امانت کے ضائع یا تلف ہوجانے کی صورت میں کیا کوئی کھاتہ دار بینکوں کو اپنی رقم معاف کردے گا؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اسٹیٹ بینک سے درخواست کرے گا کہ بینک کی جمع شدہ سیکورٹی سے اس کی رقم ادا کی جائے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بینکوں کے پاس عوام یا کھاتہ داروں کا سرمایہ امانتی نہیں بلکہ بینکوں پر قرض ہے۔ جبھی تو اس کی ہر صورت واپسی کے وہ حقدار ہیں اور قرض دی ہوئی رقم سے زکوٰۃ کی ادائیگی مقروض پر نہیں مزید یہ کہ بینکوں کا یہ دعویٰ کہ وہ بڑی رقوم اپنے پاس جمع نہیں رکھتے بلکہ ان سے سرمایہ کاری کرتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا سرمایہ جو کاروبار میں لگا ہوا (Invested) ہے اس پر زکوٰۃ کس قاعدے سے وصول کی جا رہی ہے؟

۸...... بینک میں رکھی گئی رقوم کو اگر اموالِ ظاہرہ تصور کریں تو اس میں ایک بات اور ضروری ہے اور وہ یہ کہ کھاتہ دار بینک کو اس بات کا اجازت نامہ دے کہ اس کے کھاتے سے سال مکمل ہونے پر اصل سرمایہ سے زکوٰۃ وضع کرلی جائے۔ جبکہ صورتحال یہ ہے کہ اجازت نامہ تو دور کی بات ہے لوگ تو یکم رمضان (جو زکوٰۃ کی کٹوتی کی تاریخ ہے) سے قبل رقوم بینکوں سے نکلواتے ہی اس لئے ہیں کہ زکوٰۃ نہ کٹ جائے اور جن کی رقوم جمع رہتی ہیں ان پر زکوٰۃ کٹ جاتی ہے حالانکہ ان کی طرف سے اس کی اجازت نہیں ہوتی اور یہ بھی شرعاً جائز نہیں کیونکہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے اور اس میں خلوص اور نیتِ صادقہ ضروری ہے۔ (علامہ ابن عابدین، فتاویٰ شامی، ج۲ ص ۲۶۸) جبکہ زبردستی وصول کی جانے والی زکوٰۃ میں یہ باتیں نہیں پائی جاتیں چنانچہ جس طرح زبردستی پڑھوائی گئی نماز کا ثواب نہیں ہوتا اسی طرح کاٹی گئی زکوٰۃ کا ثواب کیونکر ہوگا اور نہ جبری وصول کی جانے والی زکوٰۃ سے صاحبِ نصاب کھاتہ دار کی زکوٰۃ ادا ہوگی۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی کٹوتی، رائج الوقت نظام کے تحت ناجائز ہے۔

لہٰذا مسلمانانِ پاکستان کو مشورہ دیا جاتا ہے......

کہ وہ بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی کٹوتی سے خود کو بچائیں اور اپنے اموالِ ظاہرہ و باطنہ کا حساب کرکے خود زکوٰۃ کی تشخیص کریں اور مستحقین تک اسے پہنچانے کا فریضہ بھی خود انجام دیں۔

سود سے بچنے کیلئے اپنی رقم PLS یا سیونگ اکاؤنٹ میں رکھنے کی بجائے کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھیں۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

ہم نے مندرجہ بالا رائے قائم کرنے سے قبل مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی غور و خوض کیا اور پھر اپنی رائے کو ایک سوالنامہ کی شکل دے کر دیگر علمائے عصر سے رجوع کیا اور الحمدللہ ان کے فتاویٰ کو اپنی رائے کا موید پایا۔

ذیل میں ہم سوالنامہ اور اس کے جواب میں موصولہ فتاویٰ میں سے بعض کا عکس پیش کرتے ہیں۔

۱۲ اپریل ۲۰۰۰ء

استفتاء

محترم جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گزارش ہے کہ ہر سال بینک اپنی مرضی سے ہمارے اکاؤنٹ سے زکوٰۃ کاٹ لیتا ہے، ہم اکثر اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں کہ زکوٰۃ فنڈ میں خورد برد ہوگیا، زکوٰۃ فنڈ سے فلاں وزیر نے بنگلہ بنالیا، فلاں نے گاڑیاں خرید لیں، کبھی لکھا ہوتا ہے کہ مستحق لوگوں تک زکوٰۃ نہیں پہنچ رہی اور کبھی یہ خبر سننے کو ملتی ہے کہ فلاں علاقہ کے زکوٰۃ کمیٹی کے چیئرمین ملوث پائے گئے، یہ بھی سنا تھا کہ زکوٰۃ دینی مدرسوں کو نہیں دی جارہی وغیرہ۔

آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ

۱...... ایسی صورت میں بینک سے زکوٰۃ کٹوا دینا صحیح ہے یا نہیں؟ یعنی جبکہ زکوٰۃ فنڈ صحیح طور پر مستحق لوگوں تک نہ پہنچ رہا ہو؟

۲...... گزشتہ بیس برسوں کے دوران زکوٰۃ فنڈ قائم ہونے کے باوجود ملک سے غربت کا خاتمہ نہیں ہوسکا جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ واقعی زکوٰۃ صحیح طور پر خرچ نہیں ہورہی اور خورد برد کی خبریں اور شکایتیں عام ہیں، کیا پھر بھی ہم بینک سے زکوٰۃ کٹواتے رہیں؟

۳...... بینک والے اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ رقم ایک سال سے اکاؤنٹ میں ہے یا نہیں بس وہ یکم رمضان کو زکوٰۃ کاٹ لیتے ہیں، ابھی ہم نے رمضان سے پہلے مکان بنانے کیلئے قرضہ لیا تھا اور اپنے اکاؤنٹ میں رکھوایا تھا اس پر بھی زکوٰۃ کٹ گئی، کیا بینک یا حکومت کا یہ کام صحیح ہے؟

٤...... جب زکوٰۃ مستحق لوگوں تک نہ پہنچ رہی ہو اور بینک ہر طرح کے سرمائے پر زکوٰۃ کاٹ رہے ہوں اگرچہ اس پر سال نہ گزرا ہو اور جب زکوٰۃ کے فنڈ میں خورد برد کی یقینی خبریں بھی موجود ہوں اس صورت میں اگر بینک سے زکوٰۃ کٹوانے کی بجائے ہم خود یکم رمضان سے پہلے اپنی رقم بینک سے نکلوالیں اور اپنی زکوٰۃ کا حساب کرکے کسی دینی مدرسہ یا یتیم خانہ وغیرہ میں زکوٰۃ دے دیں تو کیا اسلام کی رو سے یہ کوئی جرم تو نہیں؟

٥...... کیا بینکوں کا سال بھر کا حساب کئے بغیر لوگوں کے اکاؤنٹ سے ذاتی رقم ہو، قرض کی ہو یا امانت کی اس پر زکوٰۃ لے لینا اسلامی اعتبار سے جائز ہے؟

مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر کیا ہم زکوٰۃ بینک سے کٹواتے رہیں یا رقم نکلوا کر خود کسی دینی مدرسہ کو دیں؟

(دستخط سائل)

فتاویٰ کے عکس

حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم صاحب ہزاروی

دارالافتاء دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

الجواب...... مذکورہ خرابیاں ضرور موجود ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ اپنی رقم کی زکوٰۃ کی ادائیگی خود کی جائے اور رمضان سے قبل رقم نکلوا کر شرعی مستحقین کو ادا کی جائے تاکہ فرض کی ادائیگی میں اطمینان ہو۔ تاہم اگر بینک مینجر کو اپنی رقم سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا بطور وکیل اختیار دے دیا جائے تو وہ بطور وکیل کٹوتی کر سکتا ہے اور نظام زکوٰۃ بہتر تھا جو ابتداءً وضع کیا گیا تھا لیکن بعد میں سیاسی حکومتوں کی مداخلت سے خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ اب بھی ضابطہ موجود ہے کہ اگر غلط کٹوتی ہو گئی ہو تو مرکزی انتظامیہ کو درخواست دے کر واپس لی جا سکتی ہے لیکن خرابیاں بسیار ہیں بہتر یہی ہے کہ خود ادائیگی کا انتظام کرے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

محمد عبد القیوم ہزاروی غفرلہٗ

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

یکم محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

حضرت مولانا مفتی منیب الرحمٰن ہزاروی صاحب

مفتی اعظم دارالعلوم نعیمیہ کا موقف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جیسا کہ آپ نے خود تفصیلات درج فرمائی ہیں کہ نہ تو زکوٰۃ کی کٹوتی کے وقت شرعی حدود و قیود کا لحاظ رکھا جاتا ہے، نہ اصل زر اور سود میں تفریق کی جاتی ہے اور نہ ہی صرف زکوٰۃ میں شرعی حدود کی مکمل پاسداری کا اہتمام کیا جاتا ہے، بلکہ حکومت کے زیر تحویل زکوٰۃ فنڈ میں خورد برد کی داستانیں اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ اس لئے ہم سرکاری نظام وصولی و تقسیم زکوٰۃ پر مکمل اعتماد کا اظہار کرنے میں محتاط ہیں۔ اب چونکہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے اپنے ایک فیصلے کی روشنی میں اہل تشیع کی طرح اہلسنّت کو بھی یہ حق دے دیا ہے کہ وہ سرکاری مالیاتی اداروں سے زکوٰۃ کی کٹوتی سے اپنے آپ کو مستثنیٰ قرار دے سکتے ہیں۔ لہٰذا شرعی احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ آپ اپنی زکوٰۃ کی خود تشخیص کریں، پوری زکوٰۃ شریعت کے مطابق نکال کر مصارف شرعیہ پر صرف کریں اور عنداللہ بری الذمہ ہوں، البتہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو لازمی کٹوتی سے بھی مستثنیٰ قرار دے دیں اور پھر زکوٰۃ ادا بھی نہ کریں تو یہ عدالتی فیصلے کا غیر شرعی استعمال ہوگا اور منشاء شریعت کو باطل کرنے کے مترادف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس فریب نفس سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

مفتی منیب الرحمٰن

مہتمم دارالعلوم نعیمیہ

بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا کراچی

8-4-2001

دار الافتاء دار العلوم امجدیہ کراچی

باسمہ تعالیٰ

الجواب...... اوّل تو آپ پر لازم ہے کہ پہلی فرصت میں بینک کے ایسے اکاؤنٹ سے اپنا کھاتہ ختم کرالیں جن میں بینک کسی بھی نام پر زائد رقم دیتی ہے کہ وہ سود ہے اور سود حرام قطعی ہے جس کے متعلق کئی آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ وارد ہیں۔ جہاں تک بینک کی کاٹی ہوئی زکوٰۃ کا مسئلہ تو بینک میں جو زکوٰۃ کی رقم کاٹی جاتی ہے اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اس لئے کہ بینک میں زکوٰۃ کے شرائط کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا اور نہ ہی تمام اکاؤنٹ سے زکوٰۃ کاٹی جاتی ہے بلکہ صرف اسی اکاؤنٹ سے زکوٰۃ کاٹتے ہیں جس میں سود دیتے ہیں اور جس اکاؤنٹ میں سود نہیں دیتے اس میں زکوٰۃ بھی نہیں کاٹتے اور اس میں اس بات کا بھی لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ نصاب بھر مال پر پورا سال گزرا ہے یا نہیں اور زکوٰۃ کے مصارف کا بھی خیال نہیں کیا جاتا اس لئے بینک سے زکوٰۃ کی جو رقم کاٹی جاتی ہے اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

عطاء المصطفیٰ اعظمی

دارالافتاء دارالعلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی

۳ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ۔ ۹ اپریل ۲۰۰۰ء

دار الافتاء جامعہ نعیمیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صورت مسئولہ کے جواب تفصیل سے پہلے چند اُمور وجوب زکوٰۃ اور وجوب آورے زکوٰۃ اور مصارف زکوٰۃ کا اجمالاً جاننا ضروری ہے۔

اوّلاً......وجوب زکوٰۃ کیلئے نصاب یا تو ثمن اصلی سونا اور چاندی کا نصاب سونا بیس مثقال (ساڑھے سات تولہ وزنا) یا چاندی۔ دوسو دِرہم (وزنا چاندی ساڑھے باون تولے) یا سامان تجارت یا مروجہ کرنسی جو ساڑھے ۵۲ تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے۔ ان تمام کیلئے ماسوائے سونے اور چاندی کے ضروریات سے زائد ہونا شرط ہے۔(ضروریات روٹی، کپڑا اور مکان ہیں نیز گاڑی، سواری وغیرہ بھی ضروریات میں آتی ہیں۔)

روزِ اوّل سے رہائشی مکان کیلئے بینک میں رقم جمع کر رہا تھا، لاکھوں کو بھی پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ نہ ہوگی کہ ضرورت سے زائد نہیں ہے۔

ثانیاً......وجوب ادا تبھی ہے جب حولان حول (یعنی سال کا گزرنا پایا جائے) سال کے گزرنے سے پہلے ادا لازم نہیں ہے۔

ثالثاً...... زکوٰۃ عبادت مقصودہ سے ہے جب تک عبادت مقصود میں ادا کے ساتھ نیت نہ ہو مامور بہ ادا نہ ہوگا۔ جیسے نماز کیلئے بغیر نیت کے کھڑا ہو جائے اور قیام ورکوع کرتا ہے تو نماز نہ ہوگی وجہ انما الاعمال بالنیات ہے۔

رابعاً......زکوٰۃ کی ادائیگی مالِ حلال سے ہوگی۔حدیث شریف میں ہے:

عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم

من تصدق بعدل ثمرة من كسب طيب ولا يقبل اللّٰه الا الطيب

یعنی صدقہ کو اللہ تعالیٰ صرف مال طیب سے قبول فرماتا ہے۔

خامساً...... مصارف زکوٰۃ میں زکوٰۃ صرف ہو تو ہی زکوٰۃ ادا ہوگی۔ علم ہوتے ہوئے کہ فلاں مصرف زکوٰۃ کا مصرف نہیں زکوٰۃ دے دی تو ادا نہ ہوگی۔

سادساً...... زکوٰۃ کے مصرف کو مالک بنانا شرط ہے۔ اباحت سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، وجہ للفقراء ......الخ میں لام تملیک کا ہے۔
فتح القدیر، جلد دوم صفحہ ۲۰۸ پر ہے:

ولا یبنی بہا مسجد ویکفن بہا میت لانعدام التملیک وھو الرکن
فان اللّٰہ تعالیٰ مسماھا صدقہ وحقیقۃ الصدقۃ تملیک المال من الفقیر

مذکورہ بالا اُمور کو پیش نظر رکھ کر بینک سے کاٹی گئی زکوٰۃ کی ادائیگی نہ ہوگی وجہ ایک تو صاحب مال کی نیت کا نہ ہونا، دوسرے زکوٰۃ کا سود کی رقم سے کاٹا جانا، تیسرے مصارف پر خرچ نہ کرنا، چوتھے تملیک کا نہ ہونا، پانچویں سال کا نہ گزرنا نیز ان حسابات سے بھی زکوٰۃ کاٹ لینا جن پر زکوٰۃ نہیں ہوتی مثلاً رقم مکان بنانے کیلئے رکھی تھی کسی کی امانت رکھی تھی وغیرہ۔

ان تمام اُمور کے پیش نظر اگر مالک مذکورہ حیلہ اپنالے تو شرعاً دُرست ہوگا۔ سائل کو چاہئے تھا کہ یہ سوال بھی پوچھتا بینک کے ان اکاؤنٹس میں رقم جمع کروانے کی شرعی حیثیت کیا ہوگی جہاں سود دیا جاتا ہے تاکہ سائل کی نیت مشکوک نہ رہتی۔

(واللہ اعلم بالصواب)

محمد عبدالعلیم سیالوی

﴿ الجواب بعون الوہاب ﴾

۱...... صورت مسئولہ میں جبکہ زکوۃ مستحق افراد تک نہ پہنچ رہی ہو بینک سے زکوۃ کٹوتی کروانا قطعاً جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مستحق افراد کا ذکر فرماتا ہے:

(ترجمہ) زکوۃ تو انہیں لوگوں کیلئے ہے محتاج اور نرے نادار اور جو اسے تحصیل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے اُلفت دی جائے اور گردنیں چھوڑانے میں اور قرضداروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو، یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (پ۱۰۔ سورۃ التوبہ: ۶۰)

ان میں سے 'مؤلفۃ القلوب' لوگ ساقط ہو گئے ہیں۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

و قد سقط منها المؤلفة قلوبهم لان الله تعالیٰ اعز الاسلام واغنیٰ عنهم وعلیٰ ذٰلك انعقد الاجماع (ہدایہ اولین، صفحہ ۱۸۴۔ مطبع مجتبائی دہلی)

زکوۃ انہیں مستحق افراد کو دی جائے گی نہ کہ بینک میں کٹوتی کروائی جائے گی جہاں سے خورد برد کے ذریعے کچھ حرام خور افراد زکوۃ کا مال حاصل کر لیں اور اپنی جائیدادیں بنالیں۔

۲...... اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر وطن عزیز میں صرف زکوۃ کا نظام ہی دُرست کر دیا جائے تو یقیناً غربت و افلاس کا احسن طریقے سے خاتمہ ہو سکتا ہے اور ہم ہرگز کسی کے دست نگر نہ رہیں۔

زکوۃ کا مال غلط ہاتھوں میں جانے کی وجہ سے بینکوں کے ذریعے ہماری زکوۃ کی کٹوتی شرعاً درست نہیں ہے کیونکہ زکوۃ اس وقت ادا ہوگی جب کسی کو زکوۃ کی رقم کا مالک بنایا جائے اور مالک تو مستحق افراد ہی ہوں گے لہٰذا جو مستحق نہیں ہے وہ مالک نہیں بن سکتا ہماری زکوۃ کیسے ادا ہوگی۔ ہدایہ میں ہے:

لا يجوز دفع الزكوٰة الیٰ من يملك نصابا من ای مال كان (ہدایہ، جلد ۱ صفحہ ۱۸۷)

۳......زکوٰۃ کے وجوب کی ایک شرط حولانِ حول ہے۔ ہدایہ میں ہے:

ولا بد من الحول لانه لا بد من مده يتحقق فيها لنماء قدرها الشرع بالحول لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا زكوٰة في مال حتى يحول عليه الحول (ہدایہ، جلد ا صفحہ ۱۹۵)

اس سے ثابت ہوا کہ سال گزرنے سے پہلے کسی پر بھی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری نہیں ہے ہاں اگر کوئی شخص اپنی مرضی سے حولان حول سے پہلے ہی زکوٰۃ ادا کر دے تو جائز ہے جیسا کہ عالمگیری کے حوالے سے بہارِ شریعت میں لکھا ہے، مالکِ نصاب سال تمام سے پیشتر بھی ادا کر سکتا ہے بشرطیکہ سال تمام پر بھی اس نصاب کا مالک رہے۔ (بہارِ شریعت، حصہ پنجم صفحہ ۱۷۔ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

لہٰذا سال گزرنے سے پہلے ہی زکوٰۃ کی رقم کاٹ لینا سراسر زیادتی ہے۔

٤......صورت مستفسرہ میں رقم بینک سے نکلوا کر حساب کرنے کے بعد کسی دینی ادارے کو یا مستحق افراد کو زکوٰۃ کی رقم دینا نہ صرف جائز بلکہ لازم اور ضروری ہے ورنہ بینک کی طرف سے کٹوتی کے بعد آپ کو پھر نئے سرے سے زکوٰۃ ادا کرنا پڑے گی۔

۵......بینکوں کیلئے قطعاً جائز نہیں کہ وہ لوگوں کی ذاتی، قرض کی یا امانت کی رقوم سے کٹوتی کریں، یہ رقوم اُن کے پاس امانت ہیں اُن کا کام اس کی حفاظت کرنا ہے اور بس جیسے کرنٹ اکاؤنٹ میں ہوتا ہے۔

٦......مذکورہ بالا صورتحال کے پیشِ نظر ہمارے لئے شرعاً لازم ہے کہ ہم خود اپنی رقم نکلوا کر مکمل حساب کتاب کے بعد مستحق افراد تک پہنچائیں تا کہ ہم شرعی امر سے عہدہ برآ ہوں، غرباء و مساکین اور نادر لوگوں کی خدمت کر کے مطمئن ہوں، صحیح انداز سے مخلصانہ طور پر ملکی سلامتی کو یقینی بنائیں اور معاشی حالات کو دُرست کرنے میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں۔ (واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم)

محمد ریاض احمد سعیدی

جامعہ قادریہ رضویہ ٹرسٹ

محلہ مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ

۲۸ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ

خلاصه و نتیجهٔ تحقیق

مندرجہ بالا فتاویٰ کے عکوس ونقول سے یہ بات مزید واضح ہوگئی کہ بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی کٹوتی درست نہیں۔ نیز تقسیم زکوٰۃ میں پائی جانے والی بے قاعدگیوں کی بناء پر بھی حکومت پر اعتبار کرنا خود کو فریب دینا ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ وہ یکم رمضان المبارک یا بینکوں کی جانب سے مقرر کردہ تاریخ منہائی زکوٰۃ سے تین ماہ قبل ایک درخواست اپنے بینک کو دے دیں کہ ان کے اکاؤنٹ سے زکوٰۃ نہ کاٹی جائے اور یہ کہ وہ اپنی زکوٰۃ خود ادا کریں گے۔

صرف شیعہ نہیں سنّی بھی مستثنیٰ ہیں

سپریم کورٹ کا فیصلہ

یاد رہے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے اہل تشیع کی طرح اہل سنت کو بھی یہ اختیار دے دیا ہے کہ وہ سرکاری مالیاتی اداروں سے زکوٰۃ کی کٹوتی سے اپنے آپ کو بچانا چاہیں اور خود زکوٰۃ ادا کرنا چاہیں تو وہ بینک سے اس سلسلے کا مخصوص فارم حاصل کر کے اور اسے متعلقہ بینک میں جمع کرا کے خود کو اس سے مستثنیٰ قرار دے سکتے ہیں۔

سپریم کورٹ کے فیصلے کا متن (اُردو ترجمہ) حسب ذیل ہے:۔

'اب زکوٰۃ اور عشر کی لازمی کٹوتی سے چھوٹ حاصل کرنے کیلئے اہلسنت و جماعت کو اپنا مذہب تبدیل کر کے جھوٹا حلف نامہ داخل کرنے کی ضرورت نہیں رہی (جس طرح کہ ماضی میں انہیں خود کو فقہ جعفریہ کا پیروکار ظاہر کرنے پر جھوٹ میسر ہوا کرتی تھی) یہ انتہائی خوش کن اقدام ہے کہ معزز عدالت عظمیٰ پاکستان نے ۹ مارچ ۱۹۹۹ء کو متعلقہ تینوں فریق نمبر (۱) حکومت پاکستان (۲) این آئی ٹی اور (۳) نیشنل بینک آف پاکستان کی اپیل نمبر ۴۲۶/۹۲ خارج کر کے عدالت عالیہ سندھ کراچی کے فیصلہ ۲۲ مارچ ۱۹۹۱ء کی توثیق کردی کہ زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس کی رو سے تمام فقہوں کے پیروکار یعنی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مسلمین زکوٰۃ اور عشر کی لازمی کٹوتی سے اسی طرح چھوٹ حاصل کر سکتے ہیں جیسے فقہ جعفریہ کے ماننے والے بیس برس سے بحیثیت ایک 'فرقہ' حاصل کرتے چلے آرہے ہیں اور واضح رہے کہ عوام کو یہ غلط تاثر دے دیا گیا تھا کہ یہ رعایت قانون میں صرف (۱) شیعہ اثناء عشری (۲) شیعہ بوہرہ (۳) شیعہ داؤدی بوہرہ کو دی گئی تھی۔ بہرحال اب اسلام کی کسی بھی مسلمہ فقہ کے ماننے والے یکم رمضان المبارک سے تین ماہ قبل مقررہ طریقہ پر حلف نامہ (Declaration) فارم CZ-50 پر داخل کر کے قانون میں دی ہوئی رعایت سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

اس فیصلہ میں جسٹس عبدالرحمٰن اور جسٹس حسین عادل کھتری نے تمام فریقین کے دلائل کا بغور جائزہ لینے کے بعد اپنے فیصلے میں واضح طور پر لکھا کہ یہ بڑی تکلیف دہ بات ہے کہ ایک طرف اسلامک آئیڈیالوجی کونسل کے کہنے پر زکوٰۃ کی لازمی کٹوتی سے استثنا کے سلسلے میں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کیلئے زکوٰۃ و عشر آرڈیننس میں یکساں قانون بنایا گیا اور دوسری طرف بڑی ہوشیاری سے خفیہ طور پر بغیر کسی ہچکچاہٹ کے شیعہ مسلمانوں کی طرف سے داخل کردہ اقرارنامے کو قبول کرنے کے انتظامی حکم نامے مسترد کردیا گیا جس سے سنّی مسلمانوں کی جو کہ ملک کی کل آبادی کا ۹۰ فیصد ہیں سخت دل آزاری ہوئی اور آرڈیننس کے تحت زکوٰۃ وضع کرنے کے طریق کار پر ملک کے موقر اخبارات میں آواز اٹھائی گئی اور اداریے لکھے گئے چنانچہ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ نہ صرف زکوٰۃ و عشر آرڈیننس ۱۹۸۰ء کے قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی ہے بلکہ آئین کے تحت فراہم کئے گئے بنیادی حقوق کی بھی خلاف ورزی ہے مدعا علیہان کے تمام حقائق تسلیم کر لینے اور واضح قانون کی موجودگی میں ہم یہ قرار دینے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے کہ دوسرے تمام فقہوں کی طرح فقہ حنفیہ اور اس کے پیروکار بھی زکوٰۃ و عشر آرڈیننس ۱۹۸۰ء کی دفعہ نمبر ۱۰ کی ذیلی دفعہ (۳) اور اس کے قواعد و ضوابط اور زکوٰۃ و عشر کے رولز کے تحت زکوٰۃ کی لازمی کٹوتی سے استثنیٰ لے سکتے ہیں اور انہیں اس حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔'

فیصلہ میں مزید کہا گیا کہ مدعا علیہان کی طرف سے زکوٰۃ وعشر آرڈیننس ۱۹۸۰ء کے قواعد وضوابط زکوٰۃ وعشر رولز اوران کے تحت جاری کیا گیا کوئی بھی نوٹیفکیشن ہمارے علم میں نہیں لایا گیا جس میں خاص طور پر فقہ جعفریہ کے پیروکار مسلمانوں کو ہی زکوٰۃ کی لازمی کٹوتی سے استثناء دیا گیا ہو البتہ آرڈیننس کی ذیلی دفعہ (۳) بالکل صاف اور واضح ہے اوراس میں تمام تسلیم شدہ فقہوں کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کو استثنا نہیں دیا جاسکتا۔

لہٰذا ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مدعا علیہان کو کسی بھی حنفی مسلمان کی طرف سے داخل کئے گئے اقرار نامہ کو مسترد کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے اگر یہ اقرار نامہ مجوزہ طریقہ کار اور مقررہ مدت کے اندر داخل کیا گیا ہو چونکہ یہ اختیار صرف وفاقی شرعی عدالت کو قانون نے تفویض کیا ہے لہٰذا مدعا علیہان کی طرف سے درخواست گزار کے داخل کئے گئے اقرار نامہ کو مسترد کرنے اور اس کے این آئی ٹی یونٹس کو زکوٰۃ کی کٹوتی سے استثنٰی نہ دینے کے عمل کو عدالت میں غیر قانونی اور اختیارات سے تجاوز قرار دیتی ہے اور ان کا یہ عمل سراسر قانون کے خلاف ہے ان وجوہات کی بناء پر ہم نے ۲۶ مارچ ۹۱ء کو جو مختصر فیصلہ دیا تھا آسانی کیلئے اسے ذیل میں دوبارہ دہرایا جارہا ہے۔

ان تمام وجوہات کی بناپر جو کہ ریکارڈ پر موجود ہیں ہم اس درخواست کو منظور کرتے ہوئے قرار دیتے ہیں کہ ایسے کسی شخص کے اثاثہ جات سے زکوٰۃ کی لازمی کٹوتی نہیں کی جائے گی جو مقررہ مدت کے اندر اندر زکوٰۃ انتظامیہ کے پاس مروجہ قوانین کے تحت یہ حلفیہ اقرار نامہ داخل کرے کہ وہ مسلمان ہے اور تسلیم شدہ فقہوں میں سے کسی ایک فقہ کا پیروکار ہے۔جس کا ذکر اقرار نامہ میں کیا گیا ہے اور جس کے تحت وہ زکوٰۃ وعشر آرڈیننس ۱۹۸۰ء کے قواعد کے مطابق پوری یا کسی ایک حصہ کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا پابند نہیں ہے ہم یہ بھی قرار دیتے ہیں کہ وزارت مالیات حکومت پاکستان کی سینٹرل زکوٰۃ عشر انتظامیہ کی طرف سے پریذیڈنٹ نیشنل بینک آف پاکستان اور این آئی ٹی کے ٹرسٹی کو لکھے گئے ۲۱ نومبر اور ۷ مارچ ۱۹۸۳ء کے خفیہ حکم ناموں میں جو ہدایات دی گئی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ این آئی ٹی کی طرف سے لکھے گئے ۵ ستمبر ۸۹ء کے خط جس میں یہ کہا گیا کہ فقہ حنفیہ کے پیروکار زکوٰۃ کی لازمی کٹوتی سے مستثنٰی نہیں ہیں، غیر قانونی ہیں اور بغیر کسی قانونی جواز کے اور بے تک، اس لئے ہم مدعا علیہا کو حکم دیتے ہیں کہ وہ درخواست گزار کا اقرار نامہ قبول کریں اور اس کے تصرف میں این آئی ٹی یونٹس کو زکوٰۃ کی کٹوتی سے مستثنٰی قرار دیں۔

﴾ سنی حضرات درج ذیل حلف نامہ اپنے بینک میں جمع کرا کر بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی کٹوتی سے بچ سکتے ہیں۔ ﴿

Declaration

UNDER THE PROVISION OF SUBSECTION (3) OF SECTION 1 OF ZAKAT & USHR ORDINANCE OF 1980 & RULE: (20 OF THE ZAKAT DEDUCTION & REFUND) RULE: 1981. SWORN ON OATH BEFORE

I / we ________________________________ Adult, Aged: _________ _________ years, residing at ______________________________________,

Karachi, do hereby solemnly swear by ALLAH that

a) I am / we are Muslim and are followers of Fiqh-e-Hanafi.

b) According to my / our faith and above said Fiqh am / we not coliged to pay Zakat / Ushr on the following types of Assets:

SAVING BANK ACCOUNTS. P.L.S ACCOUNTS. POSTAL SAVING ACCOUNTS. DEFFNCW SAVING CERTIFICATES. ALL KINDS OF SAVING CERTIFICATES. MUCHAL FUND CERTIFICATES. NATIONAL DEPOSIT, G.P. FUND. N.I.T. UNITS. GRATUITY. INSURANCES. SHARES. OF LTD COMPANIES. ALL KINDS. MAHANA AM. DANI ACCOUNTS. N.D.F.C. PENSION. SPECIAL SAVING CERTIFICATES(REGD) / ACCOUNTSETC.

That what is stated above in true to the best of my knowledge & belief.

Karachi.

Dated: ____________

We, DEPONENT (S)

1. ____

____

2. ____

____

Solemnly declare and affirm that we know the above deponent and identify him / her / them as the same persons as described above.

____________________ ____________________

(Signature of Witness No. 1) (Signature of Witness No. 2)

The above declaration has been solemnly affirmed on Oath before me on this _______ by above deponent presence of the above witness who identified the Deponents / Deponent.

ضروری تنبیه

پاکستان کے جملہ اہل اسلام کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ وہ بینکوں کے ذریعے زکوۃ کی کٹوتی سے بچیں اور اپنے اموال کی زکوۃ کا حساب خود کریں اور مستحقین تک خود زکوۃ پہنچانے کی ممکنہ کوشش کریں۔

بینکوں کے ذریعے کٹنے والی زکوۃ حکومت کے غیر شرعی نظام پر عمل پیرا ہونے کی بناء پر درست نہیں، اس لئے اس سے خود کو اور اپنے عزیز واقارب کو بچائیں۔

حکومت کے کارپردازوں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ وہ نظام زکوۃ کی خامیوں کی اصلاح کریں اور کٹوتی و تقسیم زکوۃ کے عمل کو شرعی تقاضوں سے ہم آہنگ کریں اور عوام کے اموال زکوۃ میں ہونے والے خورد برد کی مؤثر روک تھام کریں جب تک وہ اس پورے نظام کو درست نہیں کرلیتے اس وقت تک زکوۃ کٹوتی کے عمل کو روک دیں۔

☆ -- ☆